میری وحشتوں کو قرار دو

مصباح علی تارڑ

میری وحشتوں کو قرار دو

مصباح علی تارڑ

مکمل ناول

ٹرے میں کھانا رکھنے کے بعد وہ ٹرے اٹھا کر وہ شابی لالہ کے کمرے کی طرف چلی آئی، اشہب علی خان جو بیڈ پہ دراز آنکھیں موندے لیٹے تھے، آہٹ کی آواز پر آنکھیں کھولیں تو زونیہ پہ نظر جاتے ہی فوراً آنکھوں پہ بازو رکھ لیا تھا، ان کی اس حرکت پہ زونیہ کے لبوں پہ ایک زخمی سی مسکراہٹ بکھر گئی، وہ جانتی تھی کہ وہ اس سے بہت ناراض ہیں پچھلے دو دن سے انہوں نے کھانا کھایا اور نہ ہی اس سے کوئی بات کی تھی۔

''لالہ انھیں کھانا کھا لیں؟'' ٹرے بیڈ پہ رکھنے کے بعد ان کے قریب بیٹھتے ہوئے اس نے آہستہ سے ان کا بازو ہلایا تھا۔

''بھوک نہیں ہے مجھے۔'' انہوں نے انتہائی سختی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا، تو چند ثانیے وہ بس انہیں دیکھے گئی اس کی آنکھیں ایکدم نمکین پانیوں سے بھرنے لگی تھیں۔

''کیا مطلب بھوک نہیں ہے آپ نے پرسوں سے کچھ بھی نہیں کھایا ہے اور ویسے بھی آپ کی ناراضگی تو مجھ سے ہے کھانے سے تو نہیں، اس لئے پلیز لالہ تھوڑا سا کھا لیں آپ کو نہیں پتہ آپ کے اس طرح کرنے سے مجھے کتنی تکلیف ہو رہی ہے۔'' اس نے ایک بار پھر لالہ کی آنکھوں سے بازو ہٹاتے ہوئے کہا تو اشہب علی خان ایکدم غصے سے پھٹ پڑے تھے۔

''اچھا اپنی تکلیف کا بہت احساس ہے تمہیں لیکن جس تکلیف جس اذیت سے تم نے مجھے دو چار کر دیا ہے اس کا شاید اندازہ نہیں ہے تمہیں کیونکہ اگر ذرا بھی تمہیں میری تکلیف کا احساس ہوتا تو اتنا بڑا فیصلہ نہیں کرتی تم۔''

''ایسا مت بولیں لالہ۔'' وہ شدت سے رو دی تو اشہب علی خان جو غصے سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے اسے اس طرح روتے دیکھ کر ان

کے دل کو کچھ ہوا تھا تبھی اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے ہوئے نرمی سے پوچھا تھا۔

''زونی تم ایسا کیوں کر رہی ہو بیٹا! کیا کسی نے ایسا کرنے کے لئے تم پہ کوئی دباؤ ڈالا ہے، آئی مین بابا جان یا ماما نے، دیکھو اگر ایسی کوئی بات ہے تو پلیز مجھے بتاؤ ابھی تمہارا لالہ زندہ ہے۔'' ان کی آخری بات پہ زونیہ علی خان نے تڑپ کر انہیں دیکھا تھا۔

''اللہ نہ کرے لالہ کیسی باتیں کرتے ہیں آپ اور پلیز لالہ آپ پریشان نہ ہوں یہ آپ کا وہم ہے کہ مجھے اس فیصلے کے لئے مجبور کیا گیا ہے ایسا کچھ نہیں ہے میں نے یہ فیصلہ اپنی مرضی سے لیا ہے۔'' اس نے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے انہیں مطمئن کرنا چاہا تھا۔

''وہی تو پوچھ رہا ہوں کہ ایسی کون سی قیامت آ گئی تھی جو تم جاذل سے شادی کے لئے تیار ہو گئیں، فار گاڈ سیک زونی ابھی بھی وقت ہے انکار کر دو بابا جان کو کہ تمہیں جاذل سے شادی نہیں کرنی ہے، بولو کہو گی نا۔'' انہوں نے بہت آس سے اس کی سمت دیکھتے ہوئے پوچھا تھا، انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح زونیہ کو اس کے اس فیصلے سے باز رکھیں ان کی بے بسی ان کی لہجے سے واضح طور پر عیاں ہو رہی تھی۔

''سوری لالہ میں ایسا نہیں کر سکتی۔'' اس نے آہستہ سے کہا تو اشہب علی خان جو اس کے اس فیصلے سے پہلے ہی بہت دلگرفتہ تھے اس لمحے شدت سے ان کا جی چاہا تھا کہ سامنے بیٹھی اپنی جان سے پیاری بہن کا منہ تھپڑوں سے سرخ کر دیں وہ کچھ پل غصے سے اس کی جانب دیکھتے رہے پھر دانت پیستے ہوئے بولے تھے۔

''بابا جان کا ایک اور بیٹا بھی تو تھا پھر تمہارے لئے جاذل ہی کیوں، مجھے تو لگتا تم پاگل ہو چکی ہو ورنہ کوئی عقل مند اور ذی ہوش انسان تو ایسا فیصلہ نہیں کر سکتا۔''

''اوہو لالہ! آپ بھی نہ بس، جاذل لالہ بھی تو بابا جان کے ہی بیٹے ہیں نا اور پھر کیا خرابی ہے ان میں اتنے ہینڈسم تو ہیں۔'' اس نے چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجاتے ہوئے لالہ کا موڈ خوشگوار کرنے اور ان پہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ اپنے فیصلے پہ بہت خوش ہے، حالانکہ یہ صرف وہی جانتی تھی کہ اس نے کس طرح اپنے دل کو سمجھایا تھا اس رشتے کے لئے، اشہب علی خان نے اس کی بات پہ گھور کر دیکھا تھا اسے۔ انہیں اس کی ہنسی زہر لگی تھی تبھی غصے سے تپ کر بولے تھے۔

''اس کے کرتوت بھی بڑے ہینڈسم ہیں بالکل اسی کی طرح، سارا شہر جانتا ہے لیکن تم...... مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی کہ تمہیں ہو کیا گیا ہے زونی پلیز مت کرو ایسا اپنے ساتھ تم جانتی بھی ہو کہ وہ کتنا آوارہ اور عیاش ہے بہت پچھتاؤ گی تم، ابھی بھی وقت ہے انکار کر دو اس رشتے سے۔'' لالہ کی بات پہ وہ چپ چاپ بس انہیں دیکھے گئی اب بھلا وہ انہیں کیا بتاتی کہ اس نے جاذل سے شادی کا فیصلہ انہی کے لئے ہی تو کیا تھا ورنہ اس کا دل تو کسی اور کے ساتھ کا تمنائی تھا اس کی دھڑکنوں میں تو کوئی اور نام گونجتا تھا آنکھوں نے ہمیشہ کسی اور کے سپنے دیکھے تھے اس نے بہت دقتوں سے اپنے دل کی تمنا کا گلا گھونٹا تھا اپنی دھڑکنوں کو سنبھالا اور آنکھوں سے ان سپنوں کو نوچ ڈالا تھا جو کبھی اس کا سب کچھ تھے اور پھر وہ جاذل عمر خان کے ساتھ شادی سے انکار کس طرح کرتی کہ اس کا دل جس کے نام کی مالا جپتا تھا وہ تو بہت خاموشی سے اپنا راستہ بدل گیا تھا چاہتے ہوئے یا نا چاہتے ہوئے اس بات سے زونیہ علی خان کو کوئی غرض نہ تھی اسے تو اب یہ دیکھنا تھا کہ اسے اس گھر میں رہنا تھا اپنے لالہ کے پاس ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور اس کے لئے اسے جاذل عمر خان جیسے شخص کا ساتھ بھی منظور تھا۔

☆☆☆

ذوہیب پورے پندرہ دن بعد دوبئی سے لوٹا تھا وہ بزنس کے سلسلے میں گیا ہوا تھا لیکن اب واپسی پہ جو خبر اسے اسمارہ بھابھی کے توسط سے ملی تھی اسے سننے کے بعد وہ کتنی دیر تک ساکت وصامت کچھ بولنے کے قابل ہی نہ رہا تھا۔

''یقین نہیں آ رہا نا، مجھے بھی بالکل ایسے ہی نہیں آ رہا تھا جب ماما کے ہاں سے آنے کے بعد میں نے سنا تھا لیکن پھر مجھے یقین کرنا پڑا جب زونیہ نے اپنے منہ سے اس بات کی تصدیق کی اور مجھے بھی اتنا ہی دکھ ہوا تھا جتنا اس وقت تم فیل کر رہے ہو، میں چاہتی ہوں ذوہیب تم ایک بار اسے سمجھاؤ مجھے پورا یقین ہے وہ تمہاری بات سمجھ جائے گی۔'' اسمارہ بھابھی کیا کیا بولے جا رہی تھیں ذوہیب عمر خان کو کچھ سنائی نہ دے رہا تھا اس کا ذہن تو اس ایک فقرے میں اٹک گیا تھا کہ زونیہ نے خود اس بات کی تصدیق کی ہے اور وہ اپنے اس فیصلے سے بہت خوش ہے پھر اسمارہ بھابھی تو چلی گئی لیکن وہ بے چین سا کمرے میں چکرانے لگا اس نے کن مشکلوں سے اپنی محبت کو دل کے نہاں خانوں میں چھپا کر خود پہ ضبط کے پہرے بٹھائے تھے لیکن اس خبر نے اسے پھر سے بے سکون کر دیا تھا، اسے لگ رہا تھا کہ زونیہ نے جاذل سے شادی کا فیصلہ صرف اور صرف اسے تکلیف اور اذیت دینے کے لئے کیا ہے، وہ اسے اذیت سے دو چار کرنے کے لئے اپنی زندگی داؤ پہ لگا دے گی، اسے ابھی تک یقین نہ آ رہا تھا، لیکن اسے اس سے بات کرنا تھی اسے ایسا کرنے سے باز رکھنا تھا پھر کچھ دیر بعد وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

''ایکسکیوز می مسٹر ذوہیب عمر خان! آپ کو یہ حق کس نے دیا کہ آپ میرے انتہائی پرسنل معاملات میں انٹرفیر کریں، یہ میری زندگی ہے میں جیسے چاہوں اس میں شامل کروں آپ کو اس سے کیا۔'' ذوہیب کی بات پہ چہرے پہ ناگواری کا سرد سا تاثر لئے اس نے انتہائی سخت لہجے میں کہا تو ذوہیب ایک لمحے کو چپ رہ گیا لیکن دوسرے ہی پل خود پہ قابو پاتے ہوئے اس نے دوبارہ سے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی۔

''لیکن زونی......'' اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا وہ ایک قہر بھری نگاہ اس پہ ڈالنے کے بعد کمرے سے نکل گئی تو کتنے ہی پل ذوہیب کو یہ یقین کرنے میں لگے تھے کہ کیا یہ وہی زونیہ تھی جس کے لئے ذوہیب عمر خان کی ہر بات حکم کا درجہ رکھتی تھی لیکن اب شاید بہت کچھ بدل گیا تھا کچھ بھی ویسا نہ رہا تھا اور اس سب کی ذمہ دار رومیلہ احسان تھی اس نے ذوہیب عمر خان کی ہستی بستی زندگی میں آگ لگا دی تھی، اس لمحے ذوہیب کے اندر شدت سے اس خواہش نے سر اٹھایا تھا کہ رومیلہ احسان اس کے سامنے ہو اور وہ اس کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دے کچھ دیر وہ وہاں کھڑا خود پہ قابو پانے کی کوشش کرتا رہا پھر لاؤنج میں چلا آیا، گھر کے تقریباً سبھی افراد وہاں موجود تھے، ماما، بابا جان، روحیل، اسمارہ بھابھی اور جاذل، وہ خاموش سا قدرے تنے ہوئے نقوش کے ساتھ سنگل صوفے پہ بیٹھ گیا ابھی اسے بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی جب اسے ماما جان کی آواز سنائی دی تھی۔

''ذوہیب بیٹا! آج آپ کی زارا آنٹی کا

فون آیا تھا کہہ رہی تھیں کہ اب شادی کی ڈیٹ فکس کر دینی چاہیے، میں اور آپ کے بابا جان تو خود یہی چاہتے ہیں آپ کا کیا خیال ہے۔'' انہوں نے بات کرتے کرتے آخر میں ذوہیب سے پوچھا تو بابا جان کی بات پہ کچھ فاصلے پہ بیٹھے جاذل عمر خان کی نگاہیں ذوہیب کے چہرے پہ جا ٹھہریں تھیں، ذوہیب چند ثانیے جامد تاثرات سمیت ماما جان کی جانب دیکھتا رہا کہ وہ کیسی ماں تھیں جنہیں اس کے جذبات اس کے احساسات کی کوئی پرواہ نہ تھی، کچھ دیر ان کی جانب دیکھنے کے بعد وہ انتہائی خشک لہجے میں یہ کہتے ہوئے اٹھ گیا۔

''اب تک جو کچھ ہوا ہے کیا وہ سب مجھ سے پوچھ کر ہوا ہے، میرے خیال میں میری مرضی کوئی اتنی ایمپورٹنس نہیں رکھتی ہے آپ کے لئے اس لئے جو آپ کا دل چاہیں کریں۔'' اس کے جواب پہ جہاں ماما جان بہت خوش ہوتیں تھیں کہ چلو جیسے بھی سہی اس نے شادی کے لئے ہاں تو کی وہیں کچھ فاصلے پہ بیٹھے جاذل خان کے بے حد وجیہہ چہرے پہ ایک تاریک سا سایہ لہرا گیا تھا، ذوہیب کی مرضی کیا تھی یہ وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا تبھی تو اذیت اور بے بسی کی ایک لہر نے اسے اپنے حصار میں لیا تھا دونوں لبوں کو آپس میں پیوست کیے مٹھیاں بھینچے وہ کچھ دیر خود پہ کنٹرول کرتا رہا پھر ایک جھٹکے سے اٹھ گیا، وہ ابھی دروازے پہ ہی پہنچا تھا کہ بابا جان کی گرج دار آواز سنائی دی تھی۔

''تم کہاں جا رہے ہو اس وقت؟''

''ارباز کی طرف۔'' اس نے پلٹے بغیر جواب دیا اور تیزی سے باہر نکل گیا اس کی اس حرکت پہ بابا جان غصے سے بل کھا کے رہ گئے تھے پھر ماما جان سے الجھنے لگے۔

''اسے اپنے الفاظ میں سمجھا دیں کہ یہ آوارہ گردی چھوڑ دے تو بہتر ہو گا کیونکہ اب میں اس کی یہ فضول حرکتیں قطعاً برداشت نہیں کروں گا۔''

''اوہو عمر کیا ہو گیا ہے آپ کو، دوست کی طرف گیا ہے آ جائے گا تھوڑی دیر میں، آپ تو خوامخواہ ٹیمپر لوز کرنے لگتے ہیں اور پھر اسی لئے تو کہتی ہوں کہ جتنی جلدی ہو سکے اس کی شادی کر دیں گھر میں بیوی ہو گی تو خود ہی چھوڑ دے گا یہ فضول دوستیاں، اور اب تو ذوہیب بھی مان گیا ہے میرا خیال ہے اب شادی کی ڈیٹ فکس کر دینی چاہیے۔'' ماما جان کی بات پہ بابا جان نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا، کیونکہ ایسا تو کبھی نہ ہوا تھا کہ ماما جان کچھ کہیں اور بابا جان ویسا نہ کریں، پھر بابا جان نے وہی بیٹھے ہوئے ہی احسان احمد کا نمبر ملا کر فون کان سے لگا لیا۔

''احسان لالہ! ہم لوگ کل شادی کی ڈیٹ لینے آ رہے ہیں۔'' سلام دعا کے بعد بابا جان نے اپنا مدعا بیان کیا تھا اور پھر اگلے دن وہ ماما جان کے ساتھ جا کے ڈیٹ فکس کر آتے تھے اگلے ماہ کی دو تاریخ کو ذوہیب کی بارات تھی اور طے یہ پایا تھا کہ جس دن ذوہیب کی بارات ہو گی اس دن شام کو زونیہ کا نکاح جاذل سے ہو گا اگلے دن دونوں کے ولیمے کا فنکشن اکٹھا تھا، اشہب علی خان کو پتہ چلا تو ان کا خون کھول کے رہ گیا تھا ان کی بہن کی شادی کی ڈیٹ ان سے پوچھے ان سے مشورہ لیے بغیر طے کر دی گئی تھی وہیل چیئر کو یونہی کمرے میں اِدھر اُدھر گھماتے وہ کتنی دیر تک سلگتے رہے تھے لیکن پھر یہ سوچ کر چپ کر گئے تھے کہ جب ان کی اپنی بہن نے ان کی کسی بات کو اہمیت نہ دی تھی تو پھر وہ دوسروں سے کیا گلہ کرتے، لیکن اندر ہی اندر وہ بے چین ہو گئے تھے اور ڈیٹ فکس ہونے کی خبر سن کر سکون تو زونیہ علی

خان کا سکون بھی درہم برہم ہو گیا تھا۔

☆☆☆

وہ یونیورسٹی سے لوٹی تھی، جب اسمارہ بھابھی نے اسے اس خبر کے ساتھ مبارکباد دی تھی تو وہ فق چہرے کے ساتھ کتنی ہی دیر بھابھی کو دیکھے گئی آنکھوں کے گوشے خود بخود بھیگنے لگے تھے۔

''لگتا ہے تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔'' اسمارہ بھابھی نے اس کے اڑے اڑے رنگ اور بھیگی پلکوں کو دیکھتے ہوئے طنزاً استفسار کیا تھا۔

''نن...... نہیں تو مم...... میں بہت خوش ہوں۔'' بھیگے لہجے میں کہتے ہوئے وہ کچن سے باہر نکل گئی تو بھابھی نے ایک نظر ساس پین میں کھولتی چائے کو دیکھا تھا پھر کچھ سوچتے ہوئے چائے کو کپ میں چھانا اور اس کے کمرے میں چلی آئیں، وہ سامنے ہی گھٹنوں پہ سر رکھے بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔

''یہ تمہاری چائے۔'' بھابھی کی بات پہ بھی اس نے سر نہیں اٹھایا تھا، تو بھابھی نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا تھا۔

''کہا تھا نا کہ مت کرو ایسا، لیکن تم نے میری ایک نہیں سنی تو۔''

''پھر رونے کا مطلب، جب سب کچھ طے ہو چکا ہے۔'' وہ جو اپنے بار بار امڈ آنے والے آنسوؤں کو روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی جھٹکے سے سر اٹھا کر بھابھی کو دیکھا تھا پھر بھیگے لہجے میں بولی تھی۔

''تو پھر اور کیا کرتی بھابھی اور کوئی راستہ بھی تو نہ تھا میرے پاس۔'' اس کی بات پہ بھابھی کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

''کیوں نہیں تھا کوئی راستہ، تمہاری شادی کہیں بھی کسی بھی اچھے سے لڑکے سے ہو سکتی تھی خدانخواستہ تم کوئی لنگڑی نہیں ہو لیکن تم نے تو صرف ذوہیب کو اذیت دینے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے لیکن تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ ذوہیب تو اذیت میں رہے گا ہی لیکن جاذل کا عمر بھر کا ساتھ خود تمہارے اپنے لئے بھی ایک امتحان بن جائے گا۔''

''پتہ ہے مجھے آپ کے بتانے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن میرے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا اس گھر میں اپنے لالہ کے ساتھ رہنے کے لئے مجھے یہ سب تو کرنا ہی تھا کیونکہ میں انہیں چھوڑ کے کہیں جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی اور نہ ہی انہیں اس گھر کے مکینوں کے رحم و کرم پہ چھوڑ سکتی ہوں اس گھر کے لوگوں کو ان سے کتنی محبت ہے مجھے اچھی طرح اندازہ ہے اشہب علی خان کی ذات اس گھر کے باقی افراد کے لئے ہو گی غیر اہم لیکن میرے لئے میرے لالہ بہت خاص ہیں۔'' بات کرتے کرتے اس نے اپنے گالوں پہ پھسلتے آنسوؤں کو صاف کیا تھا اور پھر بھابھی کی سمت دیکھ کر مزید گویا ہوئی تھی۔

''جہاں تک آپ کی اس بات کا تعلق ہے کہ میں سب ذوہیب کو اذیت دینے کے لئے کر رہی ہوں تو سن لیں کہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا لیکن ہاں اب آپ کے منہ سے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ وہ میرے اس فیصلے سے اذیت میں ہیں، چلو کم از کم انہیں بھی اتنا تو پتہ چلنا چاہیے کہ اذیت ہوتی کیا ہے۔'' آخر میں اس نے پھیکی اور تلخ مسکراہٹ لبوں پہ سجاتے ہوئے کہا تو بھابھی کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر باہر نکل گئیں۔

''کیوں دکھائے تھے مجھے اپنی محبت کے سپنے ذوہیب عمر خان، میری آنکھوں کو اپنے سپنوں کا عادی بنا کر مجھے محبت کی راہوں میں

ہمسفر بنا کر آپ نے اپنے قدم واپس کیوں موڑ لئے۔'' بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر وہ ایک بار شدت سے پھر رو دی تھی اس بات سے بے خبر کہ اپنے کمرے بیڈ پہ اوندھے لیٹے ذوہیب عمر خان کے آنسو بھی دھیرے دھیرے اس کے تیکیے کو بھگو رہے تھے۔

☆☆☆

احمد حسن خان کا تعلق بنیادی طور پہ پشاور سے تھا لیکن چونکہ ان کا بزنس اسلام آباد میں تھا اس لئے وہ اپنے دونوں بیٹوں عمر احمد خان اور علی احمد خان کے ساتھ اسلام آباد میں ہی رہائش پذیر تھے، کبھی کبھار اپنے آبائی گاؤں کا چکر لگا لیا کرتے تھے ان کی مسز کا انتقال علی احمد خان کی پیدائش پہ ہی ہو گیا تھا لیکن انہوں نے اپنے بچوں کو ماں کی کمی کبھی محسوس نہ ہونے دی انہیں اپنے بیٹوں سے بہت محبت تھی۔

وہ ان دونوں کے لئے بالکل دوست کی طرح تھے، تعلیم مکمل کرنے کے بعد دونوں بھائیوں نے اپنے باپ کا بزنس سنبھالا لیا تو احمد حسن خان ان کی شادیوں کے بارے میں سوچنے لگے، عمر احمد خان کو عام سے نقوش اور سانولی سی رنگت والی سائرہ جہانگیر پسند آ گئی تو احمد حسن خان نے بنا کوئی اعتراض کیے اپنے بیٹے کے لے اس کا ہاتھ مانگ لیا علی احمد خان کے لئے انہوں نے اپنی بھانجی پری وش کا انتخاب کیا تھا پری وش اپنے نام کی طرح بالکل پریوں جیسی ہی تھی، دونوں بھائیوں کی شادی اکٹھے ہی ہوئی شادی کے موقع پہ رشتے دار خواتین کے پری وش کے لئے ستائشی کلمات (کہ علی احمد کی دلہن زیادہ خوبصورت ہے) نے سائرہ جہانگیر کے دل میں پری وش کے لئے نفرت سی پیدا کر دی تھی، وہ جب بھی پری وش کو دیکھتی اپنے معمولی صورت ہونے کا احساس شدت سے اس پہ غالب آ جاتا اس کا رویہ پری وش سے بس لیا دیا سا ہی تھا جبکہ پری وش نے ہمیشہ اسے بڑی بہنوں والا مان اور عزت دی تھی، شادی کے سال بعد سائرہ کے ہاں روحیل نے جنم لیا تو گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، روحیل شکل وصورت اور رنگ وروپ میں بالکل باپ دادا پہ گیا تھا خوبصورت گورا چٹا گول مٹول روحیل سب کی توجہ کا مرکز تھا، روحیل ابھی دو ماہ کا تھا جب پری وش کے ہاں اشہب علی خان نے جنم لیا، وہ روحیل سے بھی زیادہ خوبصورت تھا، اشہب کے بعد کئی سال تک پری وش دوبارہ ماں نہ بن سکی جبکہ سائرہ نے مزید تین اولادوں کو جنم دیا تھا، عائشہ، جاذل اور ذوہیب، جب عائشہ پیدا ہوئی تو احمد حسن خان نے اس کا رشتہ اشہب سے طے کر دیا، عائشہ بیگم اندر ہی اندر بل کھا کے رہ گئیں لیکن سسر کے سامنے بولنے کی ہمت نہ کر سکیں، اشہب علی خان میٹرک میں تھا جب پری وش ایک بار پھر امید سے ہوئیں، وہ بہت خوش تھیں اور رب سے بیٹی کی دعا کرتی تھیں انہیں بیٹی کی بہت خواہش تھی پھر رب نے ان کی دعا سن لی لیکن اس خواہش کی تکمیل میں وہ اپنی زندگی ہار گئیں، دوران زچگی پیچیدگی کی بناء پر وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں تو علی احمد خان بھی اپنی محبوب بیوی کی موت کا صدمہ برداشت نہ کر سکے، پری وش کی موت کی خبر سنتے ہی ان کے دل کی دھڑکنیں کچھ اس طرح تھمیں کہ دوبارہ چل ہی نہ سکیں، احمد حسن خان بھی جوان بیٹے اور بہو کی موت کا دکھ دل میں لئے صرف چند ماہ ہی زندہ رہ سکے، پری وش کی بیٹی زونیہ بالکل اپنی ماں کی کاپی تھی جو بھی اسے دیکھتا بے ساختہ کہہ اٹھتا تھا کہ ماشاءاللہ کتنی پیاری بچی ہے تو سائرہ اندر ہی اندر جل کڑھ جاتیں کیونکہ ان کی بیٹی عائشہ

بالکل ان پہ گئی تھی ویسی ہی سانولی سی حالانکہ ان کے تینوں بیٹے بہت خوبصورت تھے، لیکن بیٹی کو دیکھ کر وہ کڑھ جاتیں کیونکہ جس طرح کے فقرے انہیں اور پری وش کو دیکھنے کے بعد بولے جاتے تھے، وہ اب زونیہ اور عائشہ کو دیکھ کر بولے جاتے جس کی بنا پہ ان کا رویہ زونیہ کے ساتھ عجیب سرد سا ہو گیا تھا، حالانکہ وہ دونوں بہن بھائی ان کی بہت عزت کرتے تھے، وہ دونوں ان کے بچوں کی دیکھا دیکھی انہیں ماما ہی کہتے تھے، لیکن سائرہ کے دل میں ان کے لئے صرف نفرت ہی تھی، زونیہ کے دل میں ان کا خوف کچھ اس طرح بیٹھا تھا کہ کبھی اس سے رہائی حاصل نہ کر سکی، وقت کا پہیہ گھومتا رہا اور وہ میٹرک میں آ گئی گھر میں روحیل لالہ اور اشہب لالہ کی شادی کی باتیں ہونے لگیں شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی تھی لیکن اوپر والے کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا شادی سے دو دن پہلے اشہب علی خان کا کار ایکسیڈنٹ ہو گیا جس میں وہ اپنی دونوں ٹانگوں سے محروم ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہیل چیئر پہ بیٹھ گئے تو سائرہ نے اس واقعہ کے دو ماہ بعد روحیل اور اسمارہ بھابھی کی شادی کے ساتھ ہی عائشہ کو بھی اپنے بھتیجے صارم کے ساتھ رخصت کر دیا اشہب علی خان عائشہ سے بہت محبت کرتے تھے وہ اپنے ساتھ پیش آنے والے حادثے پہ پہلے ہی بری طرح ٹوٹ چکے تھے، اب تو ان کا دل چاہتا تھا کہ خود کو ختم کر لیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے انہوں نے زونیہ کے لئے خود کو سنبھال لیا تھا، اپنی اکلوتی بہن سے انہیں بے انتہا محبت تھی، زونیہ بھی ان کے پاس بیٹھے اِدھر اُدھر کی باتوں میں ان کا دل بہلائے رکھتی سکول سے آنے کے بعد وہ سارا وقت ان کے ساتھ ہی رہتی سائرہ کے برعکس گھر کے باقی افراد کا رویہ اشہب اور زونیہ کے ساتھ ٹھیک ہی تھا روحیل لالہ اس کا بالکل چھوٹی بہنوں کی طرح خیال رکھتے تھے، اسمارہ بھابھی سے بھی اس کی جلد ہی دوستی ہو گئی تھی، وہ بھی اسے بہنوں کی طرح ہی چاہتی تھی، پھر جاذل عمر خان تھا لندن سے حاصل کی گئی ماسٹرز ان اکنامکس کی ڈگری بھی اس کے اندر کے عیاش اور آوارہ منش انسان کو نہ سدھار سکی تھی، زونیہ کی تو ہمت ہی نہ ہوتی تھی کہ اس سے بات کر لے اس کی بھوری چمکدار آنکھوں میں دیکھنے کی وہ بھی ہمت نہ کر سکی تھی اس نے بھی زونیہ کو کبھی مخاطب نہ کیا تھا اور سب سے آخر میں سائرہ اور عمر احمد خان کا سب سے چھوٹا لاڈلا بیٹا ذوہیب عمر خان تھا وہ تو زونیہ علی خان کا سب سے فیورٹ لالہ تھا، اشہب لالہ کے بعد وہ گھر میں سب سے زیادہ اٹیچ بھی اس سے ہی تھی، اس کو کوئی بھی کام ہوتا وہ بلا جھجک ذوہیب لالہ سے کہہ دیتی، وقت کچھ اور سرکا اور وہ کالج پہنچ گئی۔

سب کی محبتیں سمیٹنے والے ذوہیب عمر خان کا دل خود سے آٹھ سال چھوٹی دودھیا رنگت اور سبز کانچ سی آنکھوں والی زونیہ علی خان کا کب اسیر ہوا اسے خبر ہی نہ ہو سکی، آفس سے آنے کے بعد اب اس کا زیادہ تر وقت اشہب لالہ کے کمرے میں ہی گزرنے لگا جہاں زونیہ کی موجودگی یقینی ہوتی تھی، زونیہ نے جب اس کے بدلتے جذبات واحساسات کو نوٹ کیا تو یہ جان کر کہ ذوہیب اسے پسند کرنے لگا ہے وہ شاکڈ رہ گئی تھی، ساتھ ہی اس کے اندر اس احساس نے بھی سر اٹھایا تھا کہ اگر ماما جان کو پتہ چلا تو وہ اس کے بارے میں کیا سوچیں گی، وہ تو پہلے ہی ذوہیب کی زونیہ سے انچمنٹ کو پسند نہ کرتی تھیں یہ سوچ کر ہی زونیہ کا دل بیٹھنے لگا تھا کہ اگر وہ ذوہیب کے دل کے راز سے آگاہ ہو گئیں تو نہ

جانے کیا ہوا، اس کے بعد وہ ذوہیب سے کترانے لگی تھی، اس نے کبھی بھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی، اس کے گریز کو ذوہیب نے بھی نوٹ کرلیا تھا۔

☆☆☆

زونیہ کا ایف ایس سی کا رزلٹ آیا وہ بہت اچھے مارکس سے پاس ہوئی تھی، ذوہیب اس کی شاندار کامیابی پہ اسے خوبصورت سا گولڈ کا لاکٹ گفٹ کیا تھا، اگرچہ وہ اس سے پہلے بھی ہر بار رزلٹ پہ اسے کوئی نہ کوئی چیز گفٹ کرتا تھا اگر اسے یاد نہ بھی رہتا تو زونیہ خود مانگ کر گفٹ لے لیتی تھی، لیکن اب اس نے ہاتھ آگے نہ بڑھایا تھا بلکہ چپ چاپ کھانا کھاتی رہی تو ذوہیب نے بہت حیران ہوکر پوچھا تھا۔

''کیا ہوا پسند نہیں آیا؟'' وہ بہت دھیان سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''آں! نہیں اچھا ہے۔'' زونیہ نے ہاتھ بڑھا کر وہ لاکٹ لے لیا ایک گول دائرے کے اندر بڑا سا زیڈ بنا ہوا تھا جس پہ وائٹ نگ جڑے ہوئے تھے اس نے چپ چاپ وہ لاکٹ دوبارہ لاکٹ کیس میں رکھ دیا، چونکہ کھانے کی میز پہ سب موجود تھے اس لئے وہ سب کے سامنے انکار بھی نہ کرسکتی تھی، لیکن بعد میں اس کے کمرے میں جاکر اس نے گفٹ واپس کردیا تھا، ذوہیب بیڈ پہ نیم دراز فون پہ اپنے دوست سے بات کررہا تھا جب وہ ہلکی سی دستک کے ساتھ اندر آئی تھی اس کے ہاتھ میں وہی لاکٹ کیس تھا جو کچھ دیر پہلے ذوہیب نے اسے دیا تھا۔

''سعد میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔'' کال ڈسکنیکٹ کرتے ہوئے اس نے بہت حیران نظروں سے زونیہ کی جانب دیکھا تھا، لیکن وہ اس کی سمت دیکھے بغیر لاکٹ کیس کو سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر واپس مڑ گئی تو وہ جھٹکے سے اٹھ کر سامنے آیا تھا۔

''زونی کیا ہے یہ سب؟'' اس نے لاکٹ کیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''سوری ذوہیب لالہ میں یہ نہیں رکھ سکتی۔'' چہرے پہ خفگی سجائے اس نے سختی سے جواب دیا تھا۔

''لیکن کیوں؟ زونی کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ میں دیکھ رہا ہوں کافی دنوں سے تمہارا رویہ میرے ساتھ بہت خراب سا ہے اور یہ گفٹ تم کیوں نہیں لے سکتی اس سے پہلے بھی تو میں تمہیں ہر بار رزلٹ آنے پہ کچھ نہ کچھ گفٹ کرتا ہوں تو پھر اب کیا ہوا ہے۔'' ذوہیب نے اسے مسلسل نظروں کی گرفت میں لیتے ہوئے پوچھا تھا لیکن وہ کوئی بھی جواب دیئے بغیر سائیڈ سے ہوکر باہر جانے لگی تو ذوہیب نے ایکدم اسے کلائی سے تھام کر روکا تھا۔

''کیوں کررہی ہو تم میرے ساتھ ایسا؟'' اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے بے بسی سے دیکھا تھا زونیہ کے رویے سے وہ بہت ہرٹ ہوا تھا، پچھلے بہت سے دنوں سے وہ اسے مسلسل اگنور کررہی تھی جو ذوہیب عمر خان سے بالکل برداشت نہ ہورہا تھا، اب اس کا ضبط جواب دے گیا تھا بھی انتہائی بے بسی سے پوچھا تھا، تو زونیہ نے جھٹکے سے کلائی چھڑائی تھی۔

''میں ایسا کیوں کررہی ہوں یہ سوال آپ مجھ سے نہیں اپنے آپ سے پوچھیں تو زیادہ بہتر جواب ملے گا آپ کو، ویسے میں جو کررہی ہوں وہ نظر آگیا آپ کو اور جو کچھ آپ کررہے ہیں وہ سب کیا ہے؟'' اس نے ذوہیب کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی خفگی سے دریافت کیا تھا تو ذوہیب جو اس کے خوبصورت چہرے کو مسلسل اپنی نظروں کی گرفت میں لئے کھڑا تھا اس کی بات پہ مسکراہٹ بے ساختہ اس کے لبوں کو چھو گئی تھی۔

''تھینک گاڈ تمہیں پتہ تو چلا کہ میں کیا کررہا ہوں ورنہ میں تو یہ سوچ کر اتنا پریشان تھا کہ تم کیسی لڑکی ہو جسے ابھی تک میری محبت سمجھ میں نہیں آرہی ورنہ لڑکیاں تو اس معاملے میں بہت تیز ہوتی ہیں، ادھر کسی لڑکے کی نظروں کا رنگ بدلا ادھر لڑکی فوراً سمجھ گئی، بہرحال یہ جان کر بہت اچھا فیل ہورہا ہے کہ تم میرے جذبات سے بے خبر نہیں ہو، ورنہ میرے لئے تو بہت پرابلم ہوجاتی کیونکہ مجھے تو ڈائیلاگ وغیرہ بھی بولنے نہیں آتے، ایکچوئیلی میں فلمیں بہت کم......''

''ذوہیب لالہ پلیز! بس کردیں، نہیں تو میں بابا جان کو بتادوں گی۔'' ذوہیب کی باتوں پہ اس کے چہرے کا رنگ ایکدم سرخ پڑا تھا لیکن دوسرے ہی پل خود پہ کنٹرول کرتے ہوئے وہ چلائی تھی تو ذوہیب قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''قسم سے یار ایسا کردو تو یہ تمہارا مجھ پہ بہت احسان ہوگا کیونکہ بابا جان یہ لاکٹ تمہیں اپنے ہاتھوں سے پہنانے کا اہتمام کردیں گے ویسے کتنا اچھا سین ہوگا وہ جب میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے لاکٹ پہناؤں گا اور وہ لمحہ ذوہیب عمر خان کی زندگی کا سب سے خوبصورت لمحہ ہوگا۔''

ذوہیب کی بات پہ اس کے چہرے پہ کئی رنگ بکھرے تھے وہ نگاہیں جھکائے وہاں سے نکلنے لگی تو ذوہیب نے ایک بار پھر اس کی کلائی تھام کر روکا تھا۔

''ایک منٹ پلیز۔'' پھر اس کا ہاتھ تھامے ہوئے سائیڈ ٹیبل تک آیا اور جھک کر لاکٹ کیس اٹھالیا۔

''اگر تم نے یہ لاکٹ نہ پہنا تو پھر واقعی مجھے بابا جان سے بات کرنا پڑے گی اور تم اچھی طرح جانتی ہو کہ بابا میری کوئی بات نہیں ٹالتے ہیں۔'' لاکٹ کیس اس کے سامنے کرتے ہوئے وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولا تو وہ اس کی دھمکی سے ڈر گئی تھی کہ کہیں وہ سچ میں بابا جان سے بات نہ کرلے اس لئے تیزی سے جھپٹنے والے انداز میں لاکٹ کیس لیا اور یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئی۔

''دماغ خراب ہوگیا ہے آپ کا۔''

''دماغ نہیں دل۔'' ذوہیب نے پیچھے سے ٹکڑا لگایا اور قہقہہ لگا کر ہنس دیا، کمرے میں آنے کے بعد بھی کتنی دیر تک ذوہیب کی باتیں اس کے دماغ میں گھومتی رہی تھیں آج نیند جیسے آنکھوں سے روٹھ گئی تھی وہ سر جھٹک کر آنکھیں بند کرتی تو دو شرارتی آنکھیں چھن سے دھیان کے پردے پہ آٹھہرتی تھیں، پھر اس کے تمام تر احتجاج کے باوجود اس کے دل نے ذوہیب عمر خان کی محبت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔

☆☆☆

اگلے دن ناشتے کی ٹیبل پہ ذوہیب سب سے لیٹ پہنچا تھا، ٹیبل پہ صرف اسمارہ بھابھی اور زونیہ ہی تھیں، باقی لوگ ناشتہ کرکے جاچکے تھے۔

''گڈ مارننگ لیڈیز۔'' اس نے زونیہ کے بالکل سامنے والی چیئر پہ بیٹھتے ہوئے کہا تو زونیہ نے ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

''کیا بات ہے دیور جی آج آپ لیٹ کیوں ہوگئے؟'' اسمارہ بھابھی نے چائے کا تھرماس اس کے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

''ہاں رات کو نیند نہیں آرہی تھی لیٹ سویا تھا اس لئے صبح جلد آنکھ نہیں کھل سکی۔'' اس نے چائے کپ میں ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

''خیریت تو ہے نا دیور جی یہ آپ کی

نیندوں کو کیا ہو گیا، کہیں کسی نے چرا تو نہیں لیں۔'' بھابھی نے شرارت سے دریافت کیا تو ذوہیب نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا۔

''قسم سے بھابھی کتنی سمجھدار ہیں نا آپ، کتنا ٹھیک سمجھی ہیں اور ایک لوگ ہیں راتوں کی نیندیں اڑا کر بھی انہیں کوئی پرواہ ہی نہیں ہماری۔'' بھابھی سے کہتے کہتے اس نے نظریں زونیہ پہ ٹکا دیں لیکن اگلے ہی لمحے دل خوشی سے جھوم اٹھا تھا جب نظر اس کے چہرے سے ہوتی ہوئی اس لاکٹ پہ جا ٹھہری تھی جو اس نے اسے رات دیا تھا۔

''تھینکس۔'' اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا تھا۔

''تھینکس فار واٹ۔'' اسارہ بھابھی نے حیران ہو کر پہلے ذوہیب اور پھر زونیہ کو دیکھا تھا تو وہ مسکرا دیا۔

''آپ نہیں سمجھیں گی جن سے بولا وہ جانتے ہیں کہ کس لئے۔'' اس کی نظریں مسلسل زونیہ کے چہرے پہ ٹکی تھیں، زونیہ اسارہ بھابھی کی موجودگی میں اس کی باتوں سے اس قدر کنفیوژ ہوتی تھی کہ کرسی پیچھے دھکیلتے ہوئے باہر نکل گئی۔

''ارے اسے کیا ہوا ہے؟'' بھابھی نے مسکرا کر ذوہیب کی طرف دیکھا تھا تو اس نے ہنستے ہوئے انہیں رات لاکٹ والا سارا واقعہ سنا دیا ذوہیب کی بات سن کر بھابھی نے مسکراتے لبوں کی مسکراہٹ کچھ اور بڑھ گئی تھی لیکن دوسرے ہی پل کچھ یاد آنے پہ انہوں نے سنجیدہ نظروں سے ذوہیب کی طرف دیکھا تھا۔

''لیکن ذوہیب تمہارا کیا خیال ہے ماما وہ سب ہونے دیں گی جو تم چاہ رہے ہو، آئی مین زونی سے تمہاری شادی ان کی زونیہ کے لئے ناپسندیدگی تم سے پوشیدہ تو نہیں ہے۔'' بھابھی کی بات وہ ایک ثانیے کو پریشان ہوا تھا کیونکہ زونیہ کے ساتھ ماما جان کے سرد تلخ رویے سے وہ اچھی طرح واقف تھا، لیکن کچھ پل میں اس نے سر جھٹک کر اس سوچ سے پیچھا چھڑایا تھا۔

''تو ابھی شادی کون کر رہا ہے بھابھی، ابھی تو اس کی تعلیم مکمل ہونے میں کافی ٹائم ہے جب وقت آئے گا تو دیکھی جائے گی اور جہاں تک ماما کے نہ ماننے کا تعلق ہے تو آپ جانتی ہیں کہ وہ اپنے لاڈلے بیٹے کی کوئی بات نہیں ٹالتی ہیں۔'' اس نے کالر جھاڑتے ہوئے انتہائی فخر سے کہا تھا اس بات سے بے خبر کہ آنے والے وقتوں میں اس کا یہ فخر بہت بری طرح ٹوٹنے والا ہے، وقت پر لگا کر اڑا اور تین سال مزید بیت گئے شاید وقت کو بھی یہ دیکھنے کی بہت جلدی تھی کہ ذوہیب عمر خان کی ماں کی عدالت میں جیت اس محبت کی ہوتی ہے جو انہیں اپنے لاڈلے بیٹے سے تھی یا اس نفرت کی جو وہ عرصہ سے زونیہ علی خان سے کرتی چلی آ رہی تھیں اور پھر وہ وقت بھی آ گیا۔

☆☆☆

وہ آفس میں بہت اہم فائل کھولے بیٹھا تھا جب ماما کی کال آئی تھی کہ وہ رومیلہ کو لینے ائرپورٹ چلا جائے، رومیلہ (ماما جن کی اکلوتی بھانجی) ان لوگوں کو سرپرائز دینے کے چکر میں انفارم کیے بغیر لندن سے آئی تھی اور ائیرپورٹ پہ آ کے فون کیا تھا کہ آ کر اسے لے جائیں، ذوہیب چونکہ بہت بزی تھا اس لئے فوراً انکار کر دیا۔

''ماما جان میری آج بہت اہم میٹنگ ہے اس لئے پلیز آپ جاذل سے کہہ دیں کہ وہ رومیلہ کو لے آئے۔''

''ہاں جاذل تو جیسے میرے گھٹنے سے لگ کر بیٹھا رہتا ہے نا ہر وقت، وہ رات کو نہیں ملتا گھر میں تم دن کی بات کرتے ہو۔'' ذوہیب کے صاف انکار پہ ماما کا موڈ برہم ہوا تھا۔

''اوہو ماما گاڑی ہے نا گھر میں ڈرائیور کو بھیج دیں اس میں غصہ ہونے والی کون سی بات ہے۔'' اس نے ماما کا موڈ بگڑتے دیکھ کر نئی تجویز پیش کی تو وہ ماما جان تو گویا غصے سے پھٹ پڑی تھیں۔

''غضب خدا کا بچی اتنی دیر سے ائیرپورٹ پہ بیٹھی فون پہ فون کر رہی ہے اور تم ہو کہ......بس مجھے نہیں پتا میٹنگ کا جلدی جاؤ اور لے آؤ اسے۔'' ماما جان نے حکم صادر کرتے ساتھ ہی فون کاٹ دیا تو وہ غصے سے پیچ و تاب کھا کر رہ گیا، میٹنگ شروع ہونے میں صرف پندرہ منٹ باقی تھے اور اتنے کم وقت میں وہ آفس سے ائیرپورٹ، ائیرپورٹ سے گھر اور گھر سے دوبارہ آفس نہیں آ سکتا تھا اور ماما جان کا حکم نہ ماننے کا مطلب بھی اچھی طرح جانتا تھا اس لئے اس کا غصہ دیکھنے لائق تھا، وہ انتہائی خراب موڈ میں ائیرپورٹ پہنچا تو وہاں رومیلہ احسان نامی مخلوق کو دیکھ کر اس کا خراب موڈ مزید بگڑ گیا، سلیولیس انتہائی شارٹ شرٹ، ٹائٹ سی جینز دوپٹہ یا اسکارف نامی کسی بھی چیز کے بنا وہ واقعی لندن کی پیداوار لگ رہی تھی ذوہیب نے کینہ توز نظروں سے انتہائی واہیات حلیے میں کھڑی اپنی اس کزن کو دیکھا تھا جس سے وہ زندگی میں پہلی بار مل رہا تھا، پھر گھر تک اس نے دوبارہ اس پہ نظر ڈالنا گوارا نہ کیا تھا اگرچہ رومیلہ سارا راستہ اس کے کان کھاتی رہی لیکن ذوہیب نے جواب میں ہوں ہاں کے علاوہ کوئی بات نہ کی تھی، اس کا مزاج اس قدر برہم تھا کہ اس نے انکل، آنٹی کا بھی نہ پوچھا تھا۔

''یو آر ویری سٹریل۔'' رومیلہ نے اپنے اس اکھڑ مزاج کزن کو دیکھتے ہوئے کمنٹس پاس کیا جس پہ پہلی نظر ڈالنے پہ ہی اس نے اپنی ہارٹ بیٹ مس کی تھی ذوہیب اس کی بار بھی کچھ نہ بولا تھا، چوکیدار نے گیٹ وا کیا تو وہ گاڑی اندر لے آیا۔

''زرگل گیٹ بند نہیں کرنا، بی بی کا سامان گاڑی سے نکالو اور انہیں اندر لے جاؤ۔'' رومیلہ جو گاڑی سے اترنے کے بعد ستائشی نظروں سے جدید انداز میں بنے بڑے سے گھر اور سرسبز پودوں سے سجے وسیع لان کو دیکھ رہی تھی اس کی بات پہ مڑ کر اس کی جانب دیکھا تھا جو ہنوز ڈرائیونگ سیٹ پہ براجمان تھا۔

''آپ اندر نہیں آئیں گے۔''

''نہیں میری میٹنگ ہے میں آل ریڈی کافی لیٹ ہو چکا ہوں۔'' اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا اور زرگل کے سامان نکالتے ہی گاڑی ریورس کر کے کھلے گیٹ سے نکال لے گیا تو رومیلہ چند ثانیے اس کے اس قدر خشک رویے پہ غور کرنے کے بعد کندھے اچکا کر اندر کی طرف بڑھ گئی، ماما جان رومیلہ کو ساتھ لپٹائے کتنی دیر تک پیار کرتی رہیں پھر رومیلہ سے یہ سن کر وہ اور بھی خوش ہوئیں تھیں کہ رومیلہ کے پیرنٹس نے مستقل پاکستان شفٹ ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے اور وہ لوگ بھی ایک مہینے تک آنے والے ہیں تب تک رومیلہ ان کے ہاں رہے گی، اسارہ بھابھی اور زونیہ نے اسے دیکھنے کے بعد ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے بھی کیے تھے۔

''اچھا بیٹا! آپ فریش ہو لو باقی باتیں کھانے پہ ہوں گی، اسارہ رومیلہ کو کمرے میں لے جاؤ۔'' رومیلہ سے کہتے ہوئے ماما جان نے ساتھ ہی اسارہ بھابھی کو آواز دی تھی۔

"بھابھی یہ عجوبہ ہمارے گھر میں رہے گا۔" جس وقت اسارہ بھابھی رومیلہ کو کمرے میں چھوڑ کر کچن میں آئیں تو سلاد بناتی زونیہ نے مسکرا کر دریافت کیا تھا۔

"ظاہر ہے جب تک اس کے والدین نہیں آ جاتے تب تک۔" بھابھی بھی ہنس دی تھیں۔

پھر رومیلہ احسان تقریباً ڈیڑھ ماہ وہاں رہی تھی اور اس ڈیڑھ ماہ میں اس نے ذوہیب عمر خان کو اپنی زلفوں کا اسیر بنانے کے لئے ہر حربہ آزمایا تھا لیکن ہر بار اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا تو وہ چڑ جاتی۔

"سمجھتا کیا ہے یہ خود کو۔" اور جب وہ اسے زونیہ کے ساتھ بڑے فریش موڈ میں بات کرتے دیکھتی تو اس کے اندر آگ سی لگ جاتی تھی وہ زونیہ کے لئے ذوہیب کی پسندیدگی سے آگاہ ہو چکی تھی، اپنے پیرنٹس کے پاکستان آنے پہ وہ اپنے گھر چلی گئی۔

"رومیلہ چندا کچھ دن اور رک جاؤ نا ادھر۔" جب وہ جانے لگی تو ماما جان نے اسے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"ارے مائی سویٹ خالہ، اگر میرا بس چلے نا تو ہمیشہ کے لئے رہ جاؤں آپ کے پاس لیکن کیا کروں مجبوری ہے کیونکہ آپ کا وہ سڑیل بیٹا تو گھاس بھی نہیں ڈالتا مجھے۔" اس نے ان کے کان کے قریب سرگوشیانہ لہجے میں کہا تو ماما جان نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بہت دھیان سے دیکھا تھا ایک اداسی سی چھائی تھی اس کے چہرے پہ۔

"کون ذوہیب!" ماما جان کے پوچھنے پہ رومیلہ نے اثبات میں سر ہلا دیا تو ماما جان ایک پل کو چپ سی ہو گئیں تھیں وہ ذوہیب کا راز کچھ کچھ جانتی تھیں ان کی نگاہ اسارہ بھابھی کے ساتھ کھڑی زونیہ پہ جا ٹھہری تھی۔

"جو یہ لڑکی چاہتی ہے وہ تو میں کبھی نہیں ہونے دوں گی۔" انہوں نے انتہائی نفرت سے دل میں سوچا تھا پھر رومیلہ کو ساتھ لگائے باہر نکل آئیں۔

"ارے میری جان اداس نہیں ہوتے، بس اب تم بے فکر ہو جاؤ اور جا کے کہہ دینا اپنی ماما سے کہ تمہیں رخصت کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔" انہوں نے ایک بار پھر اس کا ماتھا چوما تھا تو رومیلہ بے یقینی سی انہیں دیکھے گئی۔

"کیا ایسا ممکن ہے؟ آئی مین آپ کا بیٹا تو کبھی نہیں مانے گا کیونکہ وہ تو......"

"ارے بیٹا تو کیا بیٹے کا باپ بھی مانے گا۔" ماما جان نے مسکرا کر اس کی بات کاٹی تھی۔

"خالہ جانی سوچ لیں یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔" رومیلہ نے انہیں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تھا تو وہ مسکرا دیں۔

"اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔" پھر انہوں نے اپنا کہا سچ کر دکھایا تھا جب انہوں نے رومیلہ کے سلسلے میں اپنے شوہر سے بات کی تو ایک لمحے کو عمر احمد خان چپ سے ہو گئے تھے وہ اپنے بیٹے کے دل کے حال سے واقف تھے۔

"بٹ بیگم ذوہیب نہیں مانے گا آئی تھنک وہ زونی میں انٹرسٹڈ ہے۔"

"جانتی ہوں میں۔" زونیہ کے ذکر پہ ماما جان کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

"جانتی ہیں اس کے باوجود یہ سب کہہ رہی ہیں۔" عمر احمد خان نے قدرے غصے سے اپنی شریک حیات کو دیکھا تھا کیونکہ ان کی اپنی خواہش تھی کہ زونی کی شادی ذوہیب سے ہو، اس لئے اب اپنی بیگم کی بات ان کو بالکل اچھی نہ لگی تھی۔

"عمر پلیز اگر آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ

مجھے ذوہیب کے جذبات کا احساس نہیں تو ایسا ہرگز نہیں ہے اور پھر آپ یہ مت بھولیں کہ ذوہیب کے علاوہ ہمارا ایک اور بیٹا بھی ابھی کنوارا ہے جسے باہر سے تو کیا خاندان کا کوئی بندہ بھی اپنی بیٹی نہیں دے گا اور اگر کسی نے انجانے میں دے بھی دی تو وہ اس کے ساتھ چار دن نہیں ٹکے گی، اس لئے میں سوچ رہی تھی کہ اگر زونیہ کی شادی جاذل سے ہو جائے تو......" ماما جان کی بات پہ عمر احمد خان کی پیشانی سلوٹوں سے بھر گئی تھی، انہوں نے بہت تاسف سے اپنی بیگم کی طرف دیکھا تھا۔

"خدا کا خوف کریں بیگم، کچھ اندازہ ہے آپ کو کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔"

"بہت اچھی طرح اندازہ ہے مجھے کہ میں کیا کہہ رہی ہوں اور آپ بھی یہ ذہن میں رکھیے گا کہ جاذل کو کوئی بھی اپنی بیٹی دینے والا نہیں تو کیا ہم اس کی شادی ہی نہیں کریں گے لیکن عمر اس طرح تو وہ اور بگڑ جائے گا اور اگر خدانخواستہ خود ہی اٹھا لایا کوئی ایسی ویسی تو...... آپ جانتے بھی ہیں کہ اس کی دوستیاں کس قسم کی لڑکیوں سے ہیں۔" ان کی بات پہ عمر احمد خان کچھ پل سوچنے پہ مجبور ہو گئے تھے، انہیں اپنی بیگم کی بات کچھ حد تک درست لگی تھی کیونکہ جس قسم کی سرگرمیاں جاذل کی تھیں انہیں دیکھتے ہوئے کوئی بھی خاندانی آدمی تو اسے بیٹی دینے سے رہا، اس لئے وہ سوچنے پہ مجبور ہو گئے تھے۔

"میرا نہیں خیال کہ اشہب مانے گا۔" کافی دیر بعد وہ پرسوچ انداز میں بولے تھے۔

"لیکن میرے خیال میں وہ اتنا بے وقوف بھی نہیں ہے، اس کی بہن کا اس گھر میں اس کے پاس رہنا کتنا ضروری ہے یہ بات وہ اچھی طرح جانتا ہے۔" پھر ہمیشہ کی طرح انہوں نے نہ صرف عمر احمد خان کو قائل کر لیا تھا بلکہ اپنی بہن کے ہاں جا کر رومیلہ کا رشتہ بھی مانگ لیا تھا، زارا جہانگیر بیٹی کی پسند سے واقف تھیں سو فوراً ہاں کر دی ذوہیب کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے ایک طوفان کھڑا کر دیا تھا۔

"نہیں ہرگز نہیں ماما، میں رومیلہ سے شادی نہیں کروں گا آپ اتنا بڑا فیصلہ مجھ سے پوچھے بغیر کیسے کر سکتیں ہیں۔" اسے تو یقین ہی نہ آ رہا تھا کہ کھانے پینے سے لے کر چھوٹی سے چھوٹی بات کے لئے اس کی پسند اور نہ پسند کا دھیان رکھنے والی اس کی ماں نے اتنا بڑا فیصلہ اس کی مرضی جانے بغیر کیسے کر لیا۔

"کیوں، کیوں نہیں کر سکتی میں یہ فیصلہ، ماں ہوں میں تمہاری حق ہے مجھے تمہیں جنم دیا ہے، پالا پوسا پڑھایا کیا اس دن کے لئے کیا تھا یہ سب میں نے کہ تم اس طرح بدتمیزی سے بات کرو مجھ سے۔" انہوں نے اسے ایموشنل بلیک میل کرنے کے لئے بھیگے لہجے میں کہا تو ذوہیب نے بہت بے بسی سے انہیں دیکھا تھا۔

"میں یہ کب کہہ رہا ہوں آپ مجھ پہ حق نہیں رکھتیں لیکن ماما......"

"بس مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننا ہے تم کان کھول کے سن لو کہ تمہاری شادی رومیلہ سے ہی ہوگی، زبان دے چکی ہوں میں اپنی بہن کو، رشتہ طے ہو چکا ہے اور اب یہ رشتہ ختم کرنے کا مطلب میرا اپنی بہن سے ہر تعلق ہر رشتہ ختم اور اگر ایسا ہوا تو میں تمہیں اپنا دودھ بھی معاف نہیں کروں گی۔" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر قطعی انداز میں کہا اور کمرے میں چلی گئیں، تو ذوہیب نے بے بسی سے بابا جان کی طرف دیکھا تھا جو صوفے پہ بیٹھے ساری کاروائی بہت خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

''بابا جان پلیز! آپ ماما کو سمجھائیں کہ ایسا نہیں کریں وہ میرے ساتھ، بابا جان بولیں پلیز آپ بات کریں گے ناان سے۔'' اس نے بہت آس سے بابا جان کو دیکھا تھا۔

''سوری بیٹا اب کچھ نہیں ہوسکتا بات طے ہو چکی ہے، خاندان کا معاملہ ہے انکار کرنا اب اتنا آسان نہیں ہے۔'' بابا جان نے اس کے پھیکے پڑتے چہرے کو صرف ایک نظر دیکھا تھا اور پھر اٹھ کر چلے گئے تو حیران سا انہیں جاتا دیکھتا رہ گیا، ماما جان اگر کبھی اس کی کوئی بات رد کر بھی دیتیں تھیں تو بابا نے ہمیشہ اس کی ہر خواہش کو پورا کیا تھا اور اب وہ گنگ بیٹھا تھا کہ بابا جنہوں نے ہمیشہ ہر معاملے میں اس کا ساتھ دیا تھا اب جب اس کو اپنی زندگی کے سب سے اہم معاملے میں ان کی ضرورت تھی تو انہوں نے کیسے نگاہیں چرالی تھیں، اس نے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر صوفے سے ٹیک لگا لی، ماں باپ کا یہ روپ اس نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا، وہ ان کے اس رویے کا کہاں عادی تھا تبھی تو اب اس کی آنکھیں گرم پانیوں سے بھرنے لگی تھیں، دونوں ہاتھوں کی پوروں سے آنکھوں کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے وہ سیدھا ہوا تو نگاہ سامنے سیڑھیوں کے سب سے نچلے زینے پہ کھڑی زونیہ پر پڑی جس کے آنسو اس کے چہرے کو بھگو رہے تھے، اسے اس طرح آنسو بہاتے دیکھ کر اس کے بے جان وجود میں ایکدم حرکت ہوئی تھی۔

''زونی!'' وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتا وہ روتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ کر کمرے میں بند ہو گئی، ذوہیب کے بار بار ناک کرنے پہ بھی اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا، تو وہ پریشان سا اسارہ بھابھی کے کمرے میں چلا آیا۔

''بھابھی پلیز آپ جا کے سمجھائیں اسے، وہ بہت جذباتی ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ اپنے ساتھ کچھ کر نہ لے۔'' اس کی بات پہ بھابھی فوراً باہر کو لپکی تو اس نے پیچھے سے آواز دی تھی۔

''بھابھی اسے کہیے گا کہ وہ پریشان نہ ہو کیونکہ جو ماما جان چاہتی ہیں ویسا کچھ بھی نہیں ہونے والا۔'' اس نے مضبوط لہجے میں کہا تو بھابھی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گئیں، مگر اس کا کہا غلط ثابت ہوا تھا کیونکہ دو دن بعد اس نے خود اپنے ہاتھوں سے رومیلہ احسان کو منگنی کی انگوٹھی پہنائی تھی وہ آفس میں تھا جب اس کے موبائل پہ ماما جان کی کال آئی تھی، انہوں نے جو کچھ اس سے کہا تھا اسے سننے کے بعد وہ کتنی دیر تک ساکت کھڑا رہا تھا زارا خالہ کے گھر پہ اس کی اور رومیلہ کی منگنی کا فنکشن تھا تمام مہمان آ چکے تھے اب صرف اس کا انتظار ہو رہا تھا ماما جان نے کہا تھا کہ اگر وہ نہ آیا تو ان کا مرا ہوا منہ دیکھے گا، پھر وہ ہار گیا، ذوہیب عمر خان نے اپنی ماں کی ضد کے آگے اپنی محبت ہار دی اس نے وہ سب کر دیا جو اس کی ماں چاہتی تھی لیکن ایسا کرتے ہوئے اس کا دل لہولہو ہوا تھا وہ اس کے بعد جیسے ہنسنا بھول گیا تھا، وہ زونیہ کا سامنا کرنے کے خوف سے گھر ہی نہ آتا تھا یوں ہی آدھی آدھی رات تک سڑکوں پہ گاڑی دوڑائے جاتا، اسارہ بھابھی اسے دیکھتی تو ان کا دل کڑھ کر رہ جاتا، زونیہ کو بھی اس کے بعد ایک چپ سی لگ گئی تھی، وہ یونیورسٹی سے آنے کے بعد سارا وقت اپنے کمرے میں بند رہتی تھی، وہ جانتی تو تھی کہ ماما جان اس کو پسند نہیں کرتیں مگر ذوہیب عمر خان کی محبت پہ اس نے آنکھیں بند کر کے یقین کر لیا تھا اور اب جب آنکھیں کھلیں تھیں تو کچھ بھی نہ بچا تھا، ان دونوں کی حالت کو دیکھتے ہوئے خاص کر ذوہیب کو دیکھ

کر بابا جان کا بھی دل تڑپ اٹھتا تھا انہیں لگتا کہ انہوں نے اس کے ساتھ بہت غلط کر دیا ہے لیکن اب وہ کچھ بھی تو نہیں کر سکتے کیونکہ اب بات بہت آگے بڑھ چکی تھی، پھر ماما جان نے شادی کی بات کی تو وہ بھڑک اٹھا تھا۔

''اب کس چیز کا خوف ہے آپ کو جو آپ چاہتی تھیں وہ ہو گیا، خدا کے لئے مجھ پر رحم کھائیں تھوڑا ٹائم دیں مجھے اور بے فکر رہیں وہی کروں گا جو آپ چاہتی ہیں۔'' ان کے سامنے رک کر اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا تھا اور باہر نکل گیا تو بابا جان کو شاید اس پہ رحم آ گیا تھا تبھی انہوں نے ماما جانے سے کہا تھا۔

''بیگم اب اسے مزید تنگ نہ کریں صحیح کہتا ہے وہ اسے تھوڑا ٹائم دیں ویسے بھی اس کی اور جاذل کی شادی ایک ساتھ کریں گے اور اس کے لئے ابھی ہمیں اشہب سے بھی بات کرنا ہے۔'' ان کی بات پہ ماما جان نے سر کو اثبات میں ہلا دیا لیکن انہوں نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ زیادہ دیر نہیں کریں گی انہیں ہر ٹائم ذوہیب کی طرف سے ایک دھڑکا لگا رہتا تھا، پھر یہ سوچ کر خود کو مطمئن کر لیتی کہ زونیہ کا رشتہ جاذل سے طے ہونے کے بعد وہ رومیلہ سے شادی کے لئے ہاں کر دے گا اس لئے کچھ دن بعد ہی انہوں نے اشہب علی خان سے زونیہ اور جاذل کی شادی کی بات کی تھی لیکن اشہب خان نے ان کی بات سننے کے بعد انتہائی سختی سے انکار کر دیا تھا، لیکن بابا جان نے پھر بھی ان کو سوچنے کا ٹائم دیا تھا۔

''تم اچھی طرح سوچ لو اشہب، کیونکہ ہم یہ تمہاری بھلائی کے لئے ہی کہہ رہے ہیں، ابھی تک تو ٹھیک ہے اسارہ اچھی عادت کی ہے، تمہارا بالکل ویسے ہی خیال رکھتی ہے جیسے زونیہ رکھتی ہے لیکن اس کے اپنے بچے بھی ہیں پھر وہ میکے بھی چلی جاتی ہے کافی دن کے لئے، کل کو ذوہیب یا جاذل کی وائف شاید تمہارا ایسے خیال نہ کریں ایسی صورت میں زونیہ کا تمہارے پاس ہونا ضروری ہے اگر اسے کہیں اور بیاہ دو گے تو تمہارے اپنے لئے بہت مسئلہ ہو جائے گا، اس لئے ایک بار پھر اچھی طرح سوچ لو۔'' بابا جان کی بات پہ اشہب علی خان کی پیشانی سلوٹوں سے بھر گئی تھی۔

ذوہیب کے سلسلے میں جو کچھ ان لوگوں نے کہا تھا اس پہ وہ بابا جان سے بہت متنفر ہو گئے تھے کیونکہ اپنی بہن کے چہرے پہ یہ بکھرتے ان رنگوں کو انہوں نے کئی بار نوٹ کیا تھا جو ذوہیب کو دیکھ کر بکھرتے تھے، ذوہیب بھی زونیہ چاہتا ہے اس چیز سے بھی وہ آگاہ تھے اور اب ذوہیب کا رشتہ کہیں اور طے کر کے وہ لوگ کس منہ سے زوینہ کا رشتہ مانگ رہے تھے اور وہ بھی اپنے آوارہ اور لوفر بیٹے کے لئے اور اب کس طرح طویلیں دے کر انہیں بلیک میل کیا جا رہا تھا، وہ چند ثانیے بغور بابا جان کو دیکھتے رہے جو کچھ ان کے ساتھ ہوا تھا وہ اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر چکے تھے لیکن اپنی بہن کے ساتھ وہ ویسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے جو وہ لوگ چاہ رہے تھے، اس لئے انہوں نے ایک بار پھر سختی سے کہا تھا۔

''میں بہت اچھی طرح سوچ کر ہی انکار کر رہا ہوں۔

بابا جان، لیکن مجھے آپ کا فیصلہ منظور ہے بابا جان۔'' اس آواز پہ جہاں اشہب علی خان نے جھٹکے سے سر موڑ کر حیرت و بے یقینی سے دروازے میں ایستادہ اپنی بہن کو دیکھا تھا وہیں بابا جان کے برابر بیٹھی ماما جان کے لب مسکرا اٹھے تھے، انہوں نے جو چاہا تھا سب کچھ ویسے ہی ہو رہا تھا، زونیہ کے اس فیصلے سے اشہب علی خان

بہت ناراض ہوئے تھے انہوں نے اسے بہت سمجھایا تھا یہاں تک کہ اس سے بولنا بند کر دیا تھا لیکن اس نے اپنا فیصلہ نہ بدلا تھا، اسارہ بھابھی نے بھی بہت سمجھایا تھا لیکن وہ اپنی بات پہ قائم رہی تھی، جاذل کو جب اس بات کی خبر ہوئی کہ اس کا رشتہ زونیہ سے طے کر دیا گیا ہے تو وہ شاکڈ رہ گیا تھا زونیہ سے ذوہیب محبت کرتا ہے اور وہ بھی اسے پسند کرتی ہے یہ بات تو گھر کا ہر فرد جانتا تھا پھر ماما اور بابا نے ایسا فیصلہ کیسے کر لیا، وہ غصے میں بھرا بابا جان کے پاس آ رہا تھا۔

''بابا میں زونیہ سے شادی نہیں کر سکتا۔'' اس نے بابا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا، تو بابا جان نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

''کیا میں اس انکار کی وجہ جان سکتا ہوں۔'' بابا جان نے غصے سے دانت پیستے ہوئے دریافت کیا تھا، وہ جب بھی جاذل کو دیکھتے تھے ان کا خون کھول جاتا تھا اور اب اس کے انکار پہ وہ اور بھی تپ گئے تھے۔

''وجہ آپ بھی جانتے ہیں بابا کہ وہ ذوہیب کو پسند......''

''شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ۔'' بابا اس کی بات کاٹ کر ایکدم چلائے تھے۔

''آپ چاہیں کتنا بھی چلا لیں مجھ پہ لیکن میں کسی ایسی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا جس کے دل میں پہلے ہی کوئی اور رہتا ہو۔'' اس نے بے خوفی سے بابا کی طرف دیکھتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں کہا تھا تو بابا جان کا پارہ مزید ہائی ہو گیا۔

''اب اگر تم نے اس شادی سے انکار کیا تو میں تمہیں عاق کر کے گھر سے نکال دوں گا پھر کھاتے رہنا دھکے سڑکوں پہ سمجھے تم۔'' بابا جان کی بات پہ اس نے ہتھیار ڈال دیئے تھے لیکن اندر ہی اندر وہ کئی دن تک جلتا کڑھتا رہا تھا کہ جو لڑکی اس کے والدین کو ذوہیب کے لئے پسند نہ تھی وہ اس کے لئے انہیں قابل قبول کیسے ہو گئی، کتنی بار اس کا دل کہا کہ انکار کر دے، لیکن بابا جان کی بات کا سوچ کر چپ کر گیا کیونکہ اپنی عیاشیوں کو پورا کرنے کے لئے پیسہ اس کی سب سے اہم ضرورت تھا اور اپنے حصے کی جائیداد سے ہاتھ دھونا وہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا، ورنہ زونیہ علی خان سے اسے کوئی دلچسپی نہ تھی، اس کی خاموشی کو رضا مندی گردانتے ہوئے ماما جان اور بابا نے ذوہیب کے ساتھ اس کی شادی کی بھی ڈیٹ فکس کر دی۔

☆☆☆

اسارہ بھابھی نے زونیہ کے کمرے میں جھانکا تو وہ آئینے کے سامنے کھڑی لپ اسٹک لگا رہی تھی۔

''تم بارات کے ساتھ جاؤ گی؟'' اس کو تیار ہوتے دیکھ کر انہوں نے سوالیہ لہجے میں پوچھا تھا تو اس نے ان کی طرف دیکھے بغیر سر اثبات میں ہلا دیا، اسارہ بھابھی کو اس نازک سی لڑکی کے حوصلے پہ حیرت ہوئی تھی، وہ کتنی ہی دیر یک ٹک اسے دیکھے گئیں، زونیہ لپ اسٹک رکھنے کے بعد مڑی تو انہیں اس طرح اپنی طرف دیکھتے پا کر اس کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں، بھئی میرے ڈیئر کزن کی شادی ہے بارات کے ساتھ جانے کا تو حق بنتا ہے نا میرا۔'' اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور کمرے سے نکل گئی تو بھابھی کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں، رات تقریباً آٹھ بجے وہ لوگ رومیلہ کو رخصت کروا کر حسن ولا لے آئے تھے اور اس کے ایک گھنٹے بعد اشہب لالہ کے کمرے میں زونیہ کا نکاح جاذل سے کر دیا گیا، اشہب لالہ اس کو ساتھ لگا کر بہت روئے تھے لالہ کے کندھے سے لگتے ہی زونیہ کا ضبط بھی جواب دے گیا تھا وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی، اسارہ بھابھی بھی انہیں روتا دیکھ کر رو دی تھیں، پھر انہوں نے ہی ان دونوں کو بڑی مشکلوں سے چپ کروا رہا تھا، اشہب لالہ تو چپ ہی نہ کر رہے تھے اس لئے بھابھی زونیہ کو اس کے کمرے میں لے آئیں کہ جب تک وہ سامنے رہے گی اشہب اس طرح ہی روتے رہیں گے، کمرے میں آ کر زونیہ نے ایک بار پھر رونا شروع کر دیا تھا۔

''زونی فار گاڈ سیک، سنبھالو خود کو اور پھر یہ سب تمہارے فیصلے پہ ہی ہوا ہے تم نے خود ہاں کی تھی ورنہ اشہب تو کبھی نہ مانتا۔'' بھابھی کی بات پہ اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔

''میرا فیصلہ...... بھابھی آپ کو بھی یہ لگتا ہے کہ یہ میرا فیصلہ ہے، آپ تو سب جانتی ہیں پھر بھی۔'' اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا تو بھابھی اس کی بات پہ چپ کر گئیں پھر بھابھی نے ہی اسے تیار کیا تھا اس نے زیادہ میک اپ کروانے سے انکار کر دیا تھا تو بھابھی نے لائٹ سا میک اپ کر دیا، لائٹ سے میک اپ میں بھی اس کا معصوم حسن دو چند ہو گیا تھا جس وقت بھابھی اسے لے کر نیچے آئیں تھیں لاؤنج میں رومیلہ اور ذوہیب کا فوٹو سیشن اور مووی بن رہی تھی، بھابھی نے اسے بھی رومیلہ کے دائیں طرف بٹھا دیا اور جاذل کی تلاش میں ادھر ادھر نظر دوڑائی لیکن وہ انہیں نظر نہ آیا تھا۔

''لو بھئی بڑی دلہن تو آ گئی اب بڑے والے دولہا کو بھی بلاؤ۔'' صارم حسن (عائشہ آپی کے شوہر جو آپی کے ساتھ شادی میں شرکت کے لئے کیپ ٹاؤن (ساؤتھ افریقہ) سے آئے تھے) نے ہانک لگائی لیکن دولہا صاحب وہاں ہوتے تو ملتے مووی اور تصویروں کا سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔

''بچوں رات بہت ہو گئی ہے اب باقی کسر کل پوری کر لیں گے اب سونا چاہیے۔'' بابا جان نے کہا تو سب اٹھنے لگے، عائشہ آپی زونیہ کو جاذل کے کمرے میں لے آئیں تھیں اسے بیڈ پہ بٹھا کر اس کا لہنگا درست کرتے ہوئے انہوں نے اس کا چہرہ بغور دیکھا تھا جو میک اپ کے باوجود پیلا دکھائی دے رہا تھا۔

''زونی آر یو اوکے؟'' انہوں نے اس کے چہرے پہ نظریں ٹکاتے ہوئے فکرمندی سے پوچھا تھا اپنی یہ پیاری سی کزن انہیں بہت عزیز تھی اور جو کچھ اب اس کے ساتھ ہوا تھا اس لئے انہیں اس پہ ترس آنے لگا تھا، انہیں اپنے والدین کے خود غرضانہ فیصلے پہ بہت دکھ تھا لیکن وہ کچھ بھی نہ کر سکتی تھیں، وہ تو اپنی دفعہ بھی کچھ نہ کر سکیں تھیں جب ان کے اپنے والدین نے ان کے دل کی پرواہ کیے بغیر انہیں صارم کے ساتھ بیاہ دیا تھا، لیکن اب زونیہ کو دیکھ کر ان کا دل ہی نہیں آنکھیں بھی بھر گئیں تھیں تبھی بہت فکرمندی سے اس کے سرسوں کی مانند پیلے چہرے کو دیکھ کر پوچھ لیا۔

''جی آپی! بس وہ سر میں درد ہو رہا ہے۔'' زونیہ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے سر کو دباتے ہوئے کہا تو آپی کچھ دیر اس کی جانب دیکھتی رہیں پھر باہر نکل گئیں تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئیں تو ان کے ہاتھ میں چائے کا کپ اور ٹیبلٹس تھیں۔

''چائے کے ساتھ ٹیبلٹ لے لو آرام آ جائے گا۔'' جب تک وہ چائے پیتی رہی آپی اس کے پاس ہی بیٹھی رہیں، اس نے چائے ختم کر کے کپ سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دیا تو آپی اٹھتے

ہوئے بولی تھیں۔

''تم ایسا کرو چینج کر کے سو جاؤ، جاذل کا کوئی پتہ نہیں ہے کہ کب آئے اور آئے بھی یا نہیں۔'' آخر میں انہوں نے زخمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا اور اس کی طرف دیکھے بغیر کپ اٹھا کر باہر نکل گئیں تو وہ کتنی دیر چپ سی اسی پوزیشن میں بیٹھی رہی، پھر چینج کرنے اٹھ گئی کہ جاذل عمر خان کا انتظار کرنے کا قطعی کوئی ارمان نہ تھا اس کے دل میں بھی، چینج کرنے کے بعد وہ سونے کو لیٹی تو نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی اس کے ساتھ اس طرح ہو جائے گا اس نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا، آنسو دھیرے دھیرے اس کے تکیے کو بھگونے لگے تھے، روتے روتے کب نیند کی دیوی اس پہ مہربان ہوئی اسے پتہ ہی نہ چلا تھا۔

☆☆☆

جاذل نکاح کے فوراً بعد اپنے دوست ارباز ملک کی طرف چلا آیا تھا اور اب کتنی دیر سے ارباز کے بیڈ روم میں اس کے بیڈ پہ لیٹا یک ٹک چھت کو گھورتے ہوئے نجانے کس سوچ میں گم تھا، شام سے اس نے پتہ نہیں کتنے ہی سگریٹ ختم کیے تھے، دھواں چھوڑنے والی مشین بنا ہوا تھا۔

''ہیلو سرکار کیا میں آپ کے اس قدر خراب موڈ کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟'' ارباز جو کافی دیر سے اس کے بگڑے تیوروں اور چہرے پہ حد سے زیادہ چھائی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے بالآخر پوچھ بیٹھا تھا لیکن جاذل نے اس کی بات پہ کوئی رسپانس نہ دیا تھا، اسی طرح چھت پہ نگاہیں ٹکاتے سگریٹ پیتا رہا تو ارباز مسکراتے ہوئے مزید گویا ہوا تھا۔

''یار خان آج تو تیری شادی خانہ آبادی ہوئی ہے آج تو تجھے بہت فریش موڈ میں ہونا چاہیے تھا لیکن تو ہے کہ منہ لٹکائے بیٹھا ہے۔'' ارباز کی بات پہ اس نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

''تو چپ نہیں رہ سکتا ہے میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں تجھے مزید تنگ نہیں کرو۔''

''وہی تو پوچھ رہا ہوں کہ ایسی کون سی پریشانی ہے جناب کو کہ اپنی نئی نویلی دلہن کو چھوڑ کر یہاں تشریف فرما ہیں۔'' ارباز نے ایک بار پھر اسے چھیڑا تھا۔

''ہونہہ دلہن۔'' ارباز کی بات پہ وہ اندر تک جل گیا تھا پھر تکیہ اٹھا کر چہرے پہ رکھ لیا تھا۔

''تم نے بتایا نہیں کہ تمہارا موڈ اتنا آف کیوں ہے؟'' ارباز نے تکیہ ہٹاتے ہوئے ایک بار پھر پوچھا تھا۔

''یار ملک پلیز تنگ نہ کر مجھے، سونے دے۔'' اس نے ارباز سے تکیہ چھین کر پھر چہرے پہ رکھ لیا تو ارباز نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''کیا مطلب سونے دو، تو نے گھر نہیں جانا کیا؟''

''اگر تجھے تکلیف ہو رہی ہے تو چلا جاتا ہوں۔'' اس نے تکیہ دور اچھالا اور غصے سے کہتے ہوئے بیڈ سے اترنے لگا تو ارباز نے فوراً اس کا بازو پکڑتے ہوئے روکا تھا۔

''ارے نہیں یار مجھے کیوں تکلیف ہونے لگی، میں تو بس اس لئے کہہ رہا تھا کہ گھر میں بھابھی تیرا انتظار کر رہی ہو گی۔'' ارباز نے مسکراتے ہوئے شرارت سے ایک بار پھر اسے چھیڑا تھا۔

''وہ میرا انتظار کبھی نہیں کر سکتی، یوں کہو کہ میرے نہ آنے کی دعائیں مانگ رہی ہو گی۔'' اس نے غصے سے ارباز کو گھورتے ہوئے کہا، تو ارباز اس کی بات پہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا، لیکن

دوسرے ہی پل سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

''یار خان اگر ایسی بات تھی تو ہتو انکار کر دیتا کہ تجھے یہ شادی نہیں کرنا ہے، اب یہ رونے والی صورت بنانے کا فائدہ اور پھر تیرے لئے لڑکیوں کی کمی تھی ایک سے بڑھ کر ایک پڑی تھی راہوں میں۔''

''کیا تھا انکار، لیکن وہ جو میرے والد محترم ہیں نا ان کا کہنا تھا کہ اگر میں نے یہ شادی نہ کی تو وہ مجھے عاق کر دیں گے۔'' اس نے دانت پیستے ہوئے کہا تو ارباز ایک بار پھر ہنس دیا، اس کے اس طرح دانت پیسنے پہ۔

''تو ہنس رہا ہے شرم تو نہیں آتی ہے تجھے۔'' اس نے ارباز کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

''بھئی میرے یار کے غصے کا گراف تو سچ مچ بہت ہائی لگتا ہے اسے نیچے لانے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔'' ارباز نے اس کے پھولے ہوئے خفا خفا سے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا اور نمبر ملا کر موبائل کان سے لگا لیا۔

''شاء ڈیئر کیا آپ اس وقت میرے گھر پہ آ سکتی ہیں۔'' دوسری طرف کال ریسو ہوتے ہی ارباز نے بہت لگاوٹ سے کہا تھا، دوسری جانب پہ نہیں کیا کہا گیا تھا کہ وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''ارے نہیں جناب ہماری کیا جرأت کہ آپ کو یاد فرمائیں، ایکچوئیلی ہمارے خان جی آج کچھ خفا سے ہیں ہم سے تو مان نہیں رہے سوچا آپ کو ہی بلا لیں شاید آپ ہماری کچھ مدد کر سکیں۔''

''ملک جی آپ کا حکم سر آنکھوں پہ ہم کون ہوتے ہیں انکار کرنے والے، لیکن وہ کیا ہے کہ آپا بیگم اس وقت جانے کی اجازت نہیں دیں گی ایکچوئیلی ہماری بکنگ ہے آج رات کی۔'' جاذل خان کا نام سن کر شا کا اپنا دل بلیوں اچھلنے لگا تھا لیکن ساتھ ہی اس نے تھوڑا نخرہ دکھایا تھا۔

''اوہو آپا بیگم کو چھوڑو، بس تم جلدی سے تیار ہو جاؤ میرا ڈرائیور تمہیں لینے آ رہا ہے اس کے ہاتھ تمہاری آپا بیگم کو خوش کرنے کا سامان بھی بھیج دیں گے۔'' ارباز موبائل پہ بات کرتے کرتے باہر نکل گیا۔

''لے یار خوش ہو جا آ رہی ہے وہ جو بقول تیرے تیرے دل کا سکون آنکھوں کا قرار اور پتہ نہیں کیا کیا ہے، بکنگ تھی اس کی کسی اور کے ساتھ ڈبل ریٹ دیا ہے تب جا کر مانی ہے۔'' ڈرائیور کو شا کے گھر بھیج کر ارباز اندر آیا تو جاذل کی سمت دیکھتے ہوئے آنکھ دبا کر بولا تھا پھر الماری سے ڈرنک کی ایک بوتل نکال کر جاذل کی سمت بڑھا دی۔

''یہ کون سا برانڈ ہے؟'' جاذل بوتل کو گھما کر دیکھنے لگا جس کسی برانڈ کا لیبل نظر نہ آیا تو ارباز سے پوچھا۔

''یہ میرے آدمیوں نے خود تیار کی ہے فارم ہاؤس پہ، لیکن تو بے فکر رہ اسے ٹرائی کرنے کے بعد تجھے ان سب برانڈڈ ورانڈڈ کا ذائقہ بھولنے لگے گا۔'' پھر ارباز کے کہنے پہ اس نے وہ پی تو لی تھی لیکن پیتے ساتھ اسے ایسا لگا تھا جیسے اس نے جلتے کوئلے نگل لیے ہوں جنہوں نے اس کے اندر آگ لگا دی تھی اندر کی جلن کو کم کرنے کے لئے اس نے ٹھنڈے پانی کی پوری بوتل خالی کر دی تھی لیکن اندر کی جلن ختم ہونے کی بجائے بڑھتی جا رہی تھی اسے بڑے زور کی قے آئی تھی وہ تیزی سے واش روم کی طرف بڑھا تھا قے کرنے کے باوجود اندر جلن کم نہ ہوئی تو اس نے کراہتے ہوئے ارباز سے پوچھا تھا۔

''اوے یار ملک یہ کیا پلا ڈالا ہے مجھے۔'' اس کی سفید پڑتی رنگت اور پسینے پسینے وجود کو دیکھ

کر ارباز خود بہت پریشان ہو گیا تھا۔
''یار خان لگتا ہے یہ تجھے سوٹ نہیں کی چل ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔''
''نہیں تو ایسا کر مجھے گھر چھوڑ دے مجھ سے گاڑی ڈرائیو نہیں ہو گی۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

''خان تیری طبیعت زیادہ خراب ہو رہی ہے پہلے ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔'' ارباز کے بار بار کہنے پہ بھی وہ ڈاکٹر کے پاس جانے کی بجائے گھر آ گیا تھا ارباز اسے گیٹ پہ اتار کر چلا گیا تو وہ لڑکھڑاتے قدموں سے کمرے تک آیا تھا سبھی لوگ اپنے اپنے کمروں میں سو رہے تھے سو اس نے شکر کیا کہ اس کو کسی نے اس حالت میں نہیں دیکھا، بیڈ روم کی لائٹ آن کرنے کے بعد وہ چکراتے سر کے ساتھ واش روم کی طرف بڑھ گیا مسلسل قے کرنے سے اس کا وجود بے جان سا ہونے لگا تھا، سر الگ درد سے پھٹا جا رہا تھا وہ کچھ دیر واش بیسن پہ جھکا قے کرتا رہا لیکن جب ٹانگوں پہ کھڑا رہنا مشکل لگنے لگا تو دیوار کے سہارے چلتا بیڈ تک آیا تھا اور بیڈ پہ گر کر سر تکیے پہ ڈال لیا اندر کو جیسے کوئی چھری سے کاٹ رہا تھا تکلیف سے بے حال ہوتے ہوتے اس نے کروٹ بدلی تھی تو نظر کچھ فاصلے پہ سوئے وجود پہ جا ٹھہری تھی، پھر دوسرے ہی پل اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا بازو تھام لیا تھا۔

☆☆☆

''اے سنو۔'' وہ گہری نیند میں تھی جب پہلے اس کا بازو زور سے ہلایا گیا تھا پھر یہ فقرہ اس کے کان میں پڑا تھا جاگ تو وہ بازو ہلانے پہ ہی گئی تھی مگر اس آواز پہ اس کا نیند میں ڈوبا ذہن پوری طرح بیدار ہو گیا تھا، اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو نگاہ جاذل عمر خان کی سرخ انگارے جیسی آنکھوں سے ٹکرائی تھی جاذل پہ نظر پڑتے ہی وہ جھٹکے سے اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑواتے ہوئے اٹھ بیٹھی تھی، تکیے کے پاس پڑا دوپٹہ اٹھا کر فوراً شانوں پہ ڈالا تھا وہ جو دوپٹہ درست کر رہی تھی جب جاذل کی آواز ایک بار پھر اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔
''اے پانی دو۔'' اس نے گردن موڑ کر اپنے بائیں طرف دیکھا تھا۔
وہ پسینوں میں نہایا اسی کی جانب دیکھ رہا تھا اس کی سفید پڑتی رنگت اور پسینے پسینے ہوتے وجود کو دیکھ کر زونیہ کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا تھا وہ ایک پل میں جان گئی تھی کہ اس نے ڈرنک کی ہے، وہ کتنی دیر تک ساکت سی اس کی جانب دیکھتی رہی، تو یہ تھی اس کی نئی زندگی کی شروعات، زندگی میں آج تک اس کے ساتھ اچھا تو کچھ بھی نہ ہوا تھا پیدا ہوتے ہی اس نے ماں باپ جیسے پیارے رشتوں کی محرومی دیکھی تھی اپنے جان سے پیارے لالہ کا اپاہج ہو کر وہیل چیئر پہ بیٹھنا سہا تھا، اس کے لئے تو لالہ کا دکھ ہی کافی تھا اور اب اس کے اپنے ساتھ یہ سب، وہ بس جاذل کو دیکھے جا رہی تھی، جب اسے بھابھی کی بات یاد آئی تھی۔
''تم نے ذوہیب کو اذیت دینے اس سے بدلہ لینے کے لئے کیا ہے نا یہ سب لیکن تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ جاذل خان کا عمر بھر کا ساتھ تمہارے اپنے لئے ایک اذیت بن جائے گا۔'' بھابھی کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے تو آنسوؤں سے اس کی آنکھیں بھر گئیں۔
''اے سنا نہیں تم نے، پانی دو مجھے۔'' اسے ساکت بیٹھے دیکھ کر جاذل نے ایک بار پھر اس کا بازو ہلایا تھا، اس کے ہلانے پہ زونیہ کے ساکت وجود میں حرکت ہوئی تھی وہ اٹھی اور سائیڈ ٹیبل پہ

پڑے جگ سے پانی کا گلاس بھر کر اس کی طرف بڑھا دیا، اس کی نظریں مسلسل جاذل کے چہرے پہ تھیں وہ اپنی آنکھوں کو مسلتے ہوئے انہیں زبردستی کھولنے کی کوشش کر رہا تھا زونیہ یہی سمجھی تھی کہ بہت زیادہ پینے کی وجہ سے اس کی آنکھیں نہیں کھل رہیں وہ بہت مشکل سے اٹھ کر سیدھا بیٹھا اور زونیہ کے ہاتھ سے پانی کا گلاس تھام لیا ابھی اس نے بمشکل دو یا تین گھونٹ ہی بھرے ہوں گے کہ ایک بار پھر بڑے زور کی قے آئی تھی لیکن اب اس کے وجود میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ اٹھ کر واش بیسن تک جا سکتا اس لئے اس نے آگے کو جھک کر فرش پہ قے کر دی تھی، زونیہ جو بیڈ کے پاس ہی کھڑی تھی اسے جھکتا دیکھ کر تیزی سے پیچھے ہٹی تھی، قے کرنے کے بعد جاذل نے ایک بار پھر لیٹ کر سر تکیے پہ رکھ دیا، وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے درد سے پھٹتے سر کو دبا رہا تھا۔
''ماما!'' تکلیف سے کراہتے ہوئے اس نے ماما جان کو پکارا تھا، زونیہ خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی، اس کے آنسو گالوں کو بھگونے لگے تھے۔
''کیا اب پوری زندگی مجھے یہ سب ہی دیکھنا ہے، اے میرے رب ہمارے لئے تیرے پاس کیا کوئی خوشی نہیں ہے سارے دکھ ساری اذیتیں ہم بہن بھائی کی زندگی میں ہی کیوں۔'' وہ روتے ہوئے اپنے رب سے شکوہ کناں تھی یہ جانتے ہوئے بھی کہ جس اذیت سے وہ اس وقت دوچار تھی وہ اس کی اپنی خریدی ہوئی تھی، لیکن وہ بھی کیا کرتی اس کے پاس جاذل کے علاوہ اور کوئی چوائس بھی تو نہ تھی اپنے لالہ کو تنہائی کے عذاب سے بچانے کے لئے اس نے سارے عذاب ساری اذیتیں اپنی ذات کے لئے منتخب کر لی تھیں، ورنہ اپنے لئے جاذل خان جیسے جیون ساتھی کو تو اس نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا، شرابی، جواری، زانی کون سی برائی تھی جو اس شخص میں نہ پائی جاتی تھی اور وہ کس قدر مجبور تھی کہ سب جانتے بوجھتے ساری زندگی کے لئے اس کا ساتھ قبول کر لیا تھا، جس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ ڈرتی تھی ساری زندگی کے لئے اس کی آنکھوں کے سامنے رہنے کا فیصلہ اس کا اپنا تھا اور اس سے یہ فیصلہ کروانے کے لئے جاذل عمر خان کی ماں نے کس مہارت سے سارا کھیل کھیلا تھا کہ وہ دیکھتی رہ گئی تھی کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے اور وہ شخص جس پہ اسے بڑا مان تھا کس طرح اپنا راستہ بدل کر الگ ہوا تھا اسے یقین کی ڈور تھما کر اس طرح بے یقین کیا تھا، کہ اسے کتنا وقت یقین کرنے میں لگا تھا، اک حیرانی سی حیرانی تھی کہ اس نے کس طرح اس کے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کر کے اپنے قدم واپس موڑ لئے تھے اور سوچتی رہ گئی کہ کیا وہ اس کے ساتھ ایسا کر سکتا ہے۔

جانے والا یادوں کے دو عکس ادھورے چھوڑ گیا
اک تصویر جدائی کی ہے اک منظر حیرانی کا
ہانک رہے ہیں کھول رہے ہیں باندھ رہے ہیں لفظوں کو
اس نے کام ہمیں سونپا ہے فکر کی گلہ بانی کا

☆☆☆

''پانی۔'' جاذل کی آواز پہ اس کی سوچ کی ڈوری ٹوٹی تھی اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے اس نے پانی کا گلاس اسے پکڑا دیا لیکن اب بھی اس نے صرف ایک دو گھونٹ ہی لئے تھے کہ گلاس زونیہ کو واپس پکڑا کر کھانسنے لگا تھا، کھانستے کھانستے وہ آگے کو جھکا تھا اور پھر قے کر دی اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے زونیہ کی نظر جب فرش پہ پڑی تو اسے اپنے پاؤں کے نیچے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی آف وائٹ ماربل کے فرش پہ سرخ خون کے دھبے نمایاں ہو

رہے تھے، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی فرش پہ پھیلے خون کے دھبوں اور کبھی جاذل عمر خان کو دیکھ رہی تھی جس نے لیٹ کر سر دوبارہ تکیے پہ رکھ لیا تھا وہ تقریباً بے ہوش ہو چکا تھا، وہ چیخ مار کر باہر کو دوڑی تھی۔

''لالہ، بھابھی پلیز جلدی دروازہ کھولیں۔'' روحیل لالہ کے کمرے کے سامنے رک کر اس نے آہستہ سے دروازہ ناک کرنے کے ساتھ ہی آواز بھی دی تھی، اس خیال سے کہ گھر مہمانوں سے بھرا تھا اور وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی یہ سب تماشا دیکھے روحیل لالہ کے دروازہ کھولتے ہی وہ ان کے گلے لگ کر رونے لگی تھی۔

''زونی...... زونی میری جان کیا ہوا ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟'' روحیل لالہ نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے تفکر زدہ لہجے میں استفسار کیا تھا اس کے کانپتے وجود اور بہتے آنسوؤں سے وہ بہت پریشان ہو گئے تھے۔

''لالہ...... وہ...... ج...... جاذل۔'' وہ اتنی حواس باختہ ہوئی تھی کہ اس سے کچھ بولا ہی نہ جا رہا تھا اس کے منہ سے جاذل کا نام سن کر لالہ اور بھابھی دونوں جاذل کے کمرے کی جانب دوڑے تھے، جاذل کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اسارہ بھابھی کی تو چیخ نکل گئی تھی۔

''اسارہ پلیز آہستہ، گھر میں مہمان ہیں اگر کوئی اٹھ گیا تو کیا سوچے گا اور پلیز آپ جا کے بابا جان اور ذوہیب کو اٹھا دیں، جاذل کی طبیعت بہت خراب ہے آئی تھنک اسے ہاسپٹل لے کر جانا ہوگا۔'' لالہ نے اسارہ کو ٹوکنے کے ساتھ بابا جان اور ذوہیب کو بلانے کا کہا تو اسارہ بھابھی فوراً باہر نکل گئیں تھیں۔

''جاذل ...... جاذل آنکھیں کھولو، پلیز جاذل بتاؤ کیا ہوا ہے تمہیں، کیا کھایا ہے تم نے۔'' روحیل نے جاذل کے گال تھپکتے ہوئے کہا تھا وہ یہی سمجھے تھے کہ اس نے کوئی زہریلی چیز کھائی ہے اس نے جس طرح شادی سے انکار کیا تھا اور پھر جس طرح بابا جان نے عاق کرنے کی دھمکی دے کر اس کو اس شادی کے لئے مجبور کیا تھا، لالہ کا شک کچھ غلط بھی نہ تھا، وہ جانتے تھے کہ وہ کس قدر ضدی تھا اپنی مرضی کے خلاف اس نے آج تک کوئی کام نہ کیا تھا اور اب جس طرح وہ بابا جان کے فیصلے کے آگے بے بس ہوا تھا لالہ کو شک نہیں بلکہ یقین ہونے لگا تھا کہ اس نے ضرور کوئی زہریلی چیز کھائی ہے تبھی وہ اس کی حالت اس قدر خراب ہو رہی تھی پھر اسارہ بھابھی کے بتانے پہ بابا جان، ماما، ذوہیب، صارم لالہ، عائشہ آپی سب چلے آئے تھے اور جاذل کی اس قدر بگڑتی حالت کو دیکھ کر ان سب کو بھی وہی شک ہوا تھا جو روحیل کو ہوا تھا، لیکن ماما جان تو کچھ اور ہی سوچ رہی تھیں جاذل کے بے ہوش وجود سے ہوتے ہوتے ان کی نظر بیڈ کے دوسری طرف کھڑی زونیہ پہ گئی تھی جس نے اپنے کانپتے وجود کو سہارا دینے کے لئے اسارہ بھابھی کا بازو تھام رکھا تھا جب کہ آنکھوں سے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے، ماما جان ایکدم اٹھ کر اس کے سامنے آئیں تھیں اور اس کا بازو تھام کر ایک جھٹکے سے اس کا رخ اپنی جانب کیا تھا۔

''کیا کھلایا ہے میرے بیٹے کو، کیا دیا ہے اسے جو اس کی یہ حالت ہو گئی ہے۔'' اس کے بازو کو جھٹکا دے کر انہوں نے انتہائی نفرت زدہ لہجے میں پوچھا تھا ان کی بات پہ کمرے میں موجود سبھی نفوس گویا ساکت ہو گئے تھے اور زونیہ علی خان تو جیسے پتھر کی ہو گئی تھی اس کے رونے سے بہتے آنسو وہیں تھم گئے تھے وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بس ماما جان کو دیکھے جا رہی تھی۔

''اب اس طرح آنکھیں پھاڑ کے مجھے کیا دیکھ رہی ہو، میری بات کا جواب دو، کیا کھلایا ہے جاذل کو، زہر دیا ہے نا اسے۔'' ماما جان کی بات پہ اس نے تڑپ کر سر کو نفی میں ہلایا تھا۔

''ن...... نہیں ماما جان قسم سے۔''

''جھوٹ مت بولو، ابھی شام تک تو وہ بالکل ٹھیک تھا پھر اچانک اس کی طبیعت اتنی خراب کس طرح ہو گئی۔'' ماما جان نے چلاتے ہوئے اس کو دھکا دیا تھا اگر اسارہ بھابھی اس کو تھام نہ لیتیں تو وہ گر جاتی ماما جان کو اس طرح غصے سے چلاتے دیکھ کر روحیل لالہ تیزی سے آگے بڑھے تھے۔

''فار گاڈ سیک ماما، چپ ہو جائیں یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے گھر مہمانوں سے بھرا پڑا ہے اور پھر جاذل کی حالت......'' روحیل لالہ بولتے بولتے ایکدم ذوہیب کی طرف پلٹے تھے اور اسے گاڑی نکالنے کو کہا تھا، صارم حسن اور روحیل جاذل کو گاڑی تک لے گئے تھے، ماما جان بھی خون آشام نظروں سے زونیہ کی طرف دیکھتے ہوئے باہر نکل گئیں تھیں لیکن باہر نکلنے سے پہلے انہوں نے زونیہ کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی نفرت سے کہا تھا۔

''غلطی ہو گئی تھی مجھ سے جو اپنے بیٹے کو تم سے بیاہ دیا، بھول گئی تھی میں کہ نحوست کی پوٹلی ہو تم، جو پیدا ہوتے ہی اپنے سگے ماں باپ کو کھا گئی تو تمہاری نحوست سے میرا بیٹا کیسے بچ سکتا تھا۔'' ماما جان اپنی ساری نفرت لفظوں کے ذریعے اس کے کانوں میں انڈیل کے جا چکی تھیں وہ ساکت سی ان کو جاتے دیکھتی رہ گئی اسے اپنے حواس ساتھ چھوڑتے ہوئے محسوس ہوئے تھے اس کے لرزتے وجود کو دیکھتے ہوئے عائشہ آپی نے اسے ساتھ لگا لیا تھا تو وہ ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

''زونی پلیز چپ کر جاؤ، ماما جان کو تو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔'' آپی نے اسے کندھوں سے تھام کر آہستہ سے الگ کرتے ہوئے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

''زعائشہ آپ کو پھپھو بلا رہی ہیں۔'' صارم کے پکارنے پہ عائشہ آپی باہر نکل گئیں تو زونیہ نے اسارہ بھابھی کے کندھے پہ سر رکھ کر پھر سے آنسو بہانا شروع کر دیئے تھے بھابھی بھی اس کو ساتھ لگا کر رو دی تھیں۔

وہ تو آج تک یہ ہی نہ سمجھ سکیں تھیں کہ آخر ماما جان زونیہ سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہیں، پھر بھابھی باقی رات اس کے پاس ہی رہی تھیں، صبح پانچ بجے جاذل کی طبیعت کچھ سنبھلی تو ذوہیب، صارم اور عائشہ بابا جان کے کہنے پہ گھر آ گئے تھے شام کو ولیمہ تھا گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا، بابا جان نے سب کو سختی سے منع کیا تھا کہ مہمانوں میں سے کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے کہ جاذل ہاسپٹل میں ہے، بابا جان کے بقول لوگوں کو تو رائی کا پہاڑ بنانے کی عادت ہوتی ہے، گھر آ کر صارم تو سونے کے لئے چلے گئے تھے جبکہ ذوہیب اور عائشہ جاذل کے بیڈ روم میں آ گئے، زونیہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے رو رہی تھی، عائشہ آپی تیزی سے اس کی جانب بڑھی تھیں۔

''زونی میری جان چپ کر جاؤ پلیز، دیکھو ماما جان نے تم سے جو کچھ بھی کہا ہے اس کے لئے میں تم سے سوری بولتی ہوں اور پھر جب ہم سب جانتے ہیں کہ ماما جان نے جو کچھ بھی کہا ہے ویسا کچھ نہیں ہے تو تم اس طرح رو کر خود کو تکلیف کیوں دے رہی ہو؟'' عائشہ نے اس کو ساتھ لگا کر اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا اور یہ سچ تھا کہ جاذل کی حالت کو دیکھ کر سب کو یہ

شک تو ضرور ہوا تھا کہ اس نے کوئی زہریلی چیز کھا لی ہے لیکن ایسا کچھ زونیہ نے کہا ہوگا اس طرح تو کسی نے نہ سوچا تھا سوائے ماما جان کے اور ماما جان نے اس کے بارے میں اچھا کب سوچا تھا کہ اب سوچتیں۔

''ڈاکٹر نے کیا کہا ہے آئی مین جاذل کی طبیعت اتنی خراب کس وجہ سے ہوئی تھی؟'' اسارہ بھابھی کے پوچھنے پہ عائشہ آپی بس زونیہ کو دیکھ کے رہ گئیں۔

''مجھے تو نہیں پتہ، بابا جان اور روحیل وغیرہ کی بات ہوئی ہے ڈاکٹر سے میں نے ان سے نہیں پوچھا۔'' عائشہ آپی کے جھوٹ بولنے پہ صوفے پہ بیٹھے ذوہیب کا غصے سے دماغ گھوم گیا تھا۔

''آپی جھوٹ کیوں بول رہی ہیں سیدھی طرح بتائیں کہ جاذل لالہ کی یہ حالت پینے کی وجہ سے ہوئی ہے، ویسے یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ جناب جاذل عمر خان صاحب کس چیز کو بڑے شوق سے پیتے ہیں۔'' زونیہ کے چہرے پہ نظریں ٹکاتے ہوئے اس نے پینے کو کافی لمبا کھینچا تھا زونیہ نے بھیگی پلکوں کو اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا وہ ہونٹوں پہ طنزیہ مسکراہٹ سجائے اس کی جانب ہی دیکھ رہا تھا، ذوہیب کے چہرے پہ بکھری طنزیہ مسکراہٹ سے اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر دھندسی چھانے لگی تھی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر واش روم میں چلی گئی ذوہیب بھی جلتا کڑھتا اپنے بیڈ روم میں چلا آیا، اسے زونیہ پر بہت غصہ آرہا تھا کہ اس نے محض ذوہیب کی ضد میں اپنی زندگی تباہ کرلی تھی زندگی کو جاذل جیسے شخص کے نام کرنا ذوہیب کے خیال میں تباہ کرنے کے مترادف ہی تھا کمرے میں آکر اس نے لائٹ آن کی تو رومیلہ پہ نگاہ پڑتے ہی اس کے اندر نفرت اور غصے کی ایک تیز لہر نے سر اٹھایا تھا اس کا جی چاہا تھا کہ گہری نیند میں سوئی رومیلہ کو اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دے دوسروں کی زندگیوں کو تباہ کرکے ان کی نیندوں کو حرام کرکے وہ کتنے چین سے سو رہی تھی، اپنی نفرت اور غصے کو دباتے ہوئے وہ واش روم کی طرف بڑھ گیا جب وہ واش روم سے نکلا تو رومیلہ کو جاگتے پا کر اس کی پیشانی سلوٹوں سے بھر گئی تھی، وہ نیم دراز اس کی جانب ہی دیکھ رہی تھی۔

''جاذل لالہ کی طبیعت اب کیسی ہے؟'' ذوہیب کو اپنی جانب دیکھتے پا کر اس نے استفسار کیا تھا ذوہیب نے اس کی بات کا جواب دینا ضروری نہ سمجھا، اس نے آگے بڑھ کر تکیہ درست کیا اور لیٹ کر آنکھیں موندلیں، تو اس کے اس رویے پہ رومیلہ کا خون کھول گیا تھا، وہ پہلی ملاقات سے لے کر آج تک مسلسل اس کی ذات کی نفی کرتا آرہا تھا، لیکن آج اپنا رد کیا جانا رومیلہ سے برداشت نہ ہورہا تھا کیونکہ اب وہ صرف اس کی کزن نہیں تھی بلکہ اس کی بیوی کی حیثیت سے اس کے بیڈ روم میں موجود تھی اور وہ اس کی اس حیثیت کو تسلیم کرنا تو دور کی بات اس کی طرف دیکھنے سے بھی انکاری تھا اور یہ سب صرف اور صرف زونیہ علی خان کی وجہ سے ہورہا تھا زونیہ کا خیال آتے ہی اس کا حلق تک کڑوا ہوگیا تھا کچھ پل وہ غصے سے ذوہیب کی طرف دیکھتی رہی پھر اسے جلانے کو طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔

''ویسے جاذل لالہ مجھے کافی غیرت مند آدمی لگتے ہیں۔'' اس کی بات پہ ذوہیب نے سرعت سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا وہ جو مسکراتے ہوئے اس کی جانب ہی دیکھ رہی تھی اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر مزید گویا ہوئی۔

''دیکھیں نا ایسا آدمی غیرت مند ہی ہوا جو

کسی اور کی محبوبہ کو بیوی کا درجہ دینے سے مرجانا زیادہ بہتر خیال کرتا ہو۔'' اس کی بات پہ غصے سے ذوہیب کی مٹھیاں بھینچ گئی تھیں اس کا دل چاہا تھا کہ رومیلہ کو دھکے دے کر اپنے بیڈ روم سے نکال دے اگر اسے گھر میں موجود مہمانوں کا خیال نہ ہوتا تو وہ ایسا کرنے میں لمحہ کی تاخیر نہیں کرتا، لیکن اب اسے خود پہ ضبط کرنا پڑا تھا لیکن بالکل چپ رہنے والا تو وہ بھی نہ تھا۔

''اچھا جی! پھر اس لحاظ سے تم تو بہت ہی بے غیرت عورت ہو۔'' اس نے رومیلہ کے ہی انداز میں چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ سجا کے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا تو اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر رومیلہ کے تلووں کو لگی اور سر پہ بجھی تھی ذوہیب تو حساب برابر کرکے اس کی طرف کروٹ بدل کے سو گیا لیکن وہ کافی دیر تک جلتی کڑھتی رہی تھی۔

☆☆☆

واش روم میں بند وہ کتنی دیر تک آنسو بہاتی رہی، خوب سارا رو لینے کے بعد وہ منہ دھو کر باہر نکلی تو بھابھی، عائشہ آپی اور ذوہیب اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے وہ تولیے سے چہرہ خشک کررہی تھی جب بھابھی ٹرے میں چائے کے دو کپ اور بسکٹ کی پلیٹ رکھے اندر داخل ہوئی تھیں۔

''کب سے جاگ رہے ہیں یار اب تو پیٹ میں چوہے ناچ رہے ہیں، ناشتہ تو سب مہمانوں کے اٹھنے کے بعد ہی آئے گا اور ابھی صرف چھ بجے ہیں سوچا تب تک چائے اور بسکٹ پہ گزارا کرتے ہیں، جلدی سے آجاؤ، چائے ٹھنڈی ہوجائے گی۔'' بھابھی نے ٹرے میز پر رکھتے ہوئے کہا تو وہ چپ چاپ صوفے پہ آبیٹھی اور چائے کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا، چائے کے دوران اس نے کوئی بات نہ کی تھی، بھابھی کی باتوں کے جواب بھی اس نے صرف ہوں ہاں میں ہی دیئے تھے۔

''تم تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤ شام میں ولیمے کا فنکشن بھی ہے فریش ہو جاؤ گی میں اشہب لالہ کو چائے دے آؤں وہ تو اس ٹائم اٹھ جاتے ہیں۔'' بھابھی نے چائے کے خالی کپ ٹرے میں رکھتے ہوئے کہا تو وہ فوراً بولی۔

''بھابھی رات کو جو کچھ بھی ہوا اس سب کا پتہ اشہب لالہ کو نہیں چلنا چاہیے وہ پہلے ہی میری اور جاذل کی شادی سے خوش نہیں ہیں یہ سب سن کر اور پریشان ہو جائیں گے۔'' بھابھی نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

بھابھی نے صرف اشہب لالہ کو ہی نہیں بلکہ مہمانوں کو بھی یہی بتایا تھا کہ بابا جان کے دوست کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی وہ ہاسپٹل میں ہیں اس لئے رات کو بابا ماما جان اور روحیل کو لاہور جانا پڑا، شام تک وہ لوگ آجائیں گے۔

سب مہمانوں کے ناشتہ کرنے تک گیارہ بج چکے تھے، سارے پھیلاوے سے فارغ ہونے کے بعد بھابھی رجو اور تاجی سے کچن صاف کروا رہی تھیں جب باہر سے گزرتے ذوہیب کو دیکھ کر انہوں نے اسے آواز دی تھی۔

''ہاسپٹل جارہے ہو؟'' پھر اس کے سر ہلانے پہ بولی تھیں۔

''ٹھہرو میں نے بھی جانا ہے جاذل کو دیکھنے۔'' جب وہ چینج کرکے باہر آئیں تو سوچا کہ زونیہ کو بھی ساتھ لے لیں۔

''ذوہیب بس دو منٹ، میں ابھی آتی ہوں۔'' ذوہیب کو کہہ کر وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آگئیں، زونیہ ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی بالوں میں برش کررہی تھی جب بھابھی اندر

داخل ہوئیں۔

''زونی میں جاذل کو دیکھنے ہاسپٹل جا رہی ہوں تم چلوگی۔''

''نہیں۔'' بھابھی کی بات پہ اس نے فوراً انکار کر دیا تھا۔

''زونی میرے خیال میں تمہیں جانا چاہیے، دیکھو جو بھی ہے جیسا بھی ہے بہرحال اب وہ تمہارا شوہر ہے اور اس کے ذہن میں یہ بات آ سکتی ہے کہ تم اسے دیکھنے ہاسپٹل نہیں آئیں۔'' بھابھی نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے دھیرے سے سمجھانا چاہا تھا اگرچہ وہ جاذل کے ساتھ اس کی شادی سے خوش نہ تھی لیکن اب چونکہ یہ شادی ہو چکی تھی اس لئے وہ چاہتی تھیں کہ زونیہ اس شادی کو اچھے طریقے سے نبھائے اس کی طرف سے ایسی کوئی بات نہ ہو جس پہ ماما جان کو کچھ بھی کہنے کا موقع مل جائے اس بات کا تو انہیں اچھی طرح اندازہ تھا کہ زونیہ کے ساتھ جاذل کی شادی ماما جان نے اپنی دلی خوشی سے نہ کی تھی بلکہ رومیلہ کی ذوہیب کے ساتھ شادی کے لئے راستہ ہموار کرنے اور اپنے آوارہ بیٹے کا گھر بسانے کے لئے انہوں نے مجبوری کا یہ سودا کیا تا، ورنہ زونیہ کی تو صورت سے بھی انہیں نفرت تھیں اور بھابھی نہیں چاہتی تھیں کہ ماما جان کو اپنی نفرت کے اظہار کا کوئی بھی موقع ملے بھی ایک بار پھر اسے سمجھانا چاہا تھا لیکن وہ غصے سے پھٹ پڑی تھی۔

''نہیں مجھے نہیں جانا ہے، سنا تھا نا آپ نے رات کو ماما جان نے جو کہا تھا کہ میری نحوست ان کے بیٹے کو بھی لے ڈوبی ہے، میں ہی منحوس ہوں جو پہلے اپنے ماں باپ کو کھا گئی اور اب......'' بولتے بولتے اس کا گلا رندھ گیا تو دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے ایک بار پھر شدت سے رو دی۔

''زونی پلیز روؤ نہیں، تم ہاسپٹل نہیں جانا چاہتیں نہ جاؤ لیکن پلیز چپ کر جاؤ۔'' بھابھی نے اس کے ہاتھوں کو سہلاتے ہوئے کہا تھا اسی وقت ذوہیب ہلکی سی دستک کے ساتھ اندر آیا تھا، ذوہیب پہ نظر پڑتے ہی زونیہ نے تیزی سے رخ موڑتے ہوئے آنسو صاف کیے تھے ذوہیب اس کی یہ حرکت نوٹ کر چکا تھا اس کا رویا رویا چہرہ اس کی نظروں کی گرفت میں آ چکا تھا۔

''بھابھی چلیں دیر ہو رہی ہے مجھے۔'' اس نے بھابھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں چلو۔'' بھابھی باہر نکلنے لگیں جب ذوہیب نے زونیہ کی طرف دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا تھا۔

''بھابھی کیا جاذل لالہ کی مسز نہیں جائیں گی ان کی عیادت کو۔'' اس کے اس طنز پہ بھابھی نے پہلے تو اسے گھور کر دیکھا تھا پھر اس کا ہاتھ تھام کر باہر نکل گئیں۔

''ذوہیب پلیز مت تنگ کروا سے، وہ پہلے ہی بہت دکھی ہے۔'' بھابھی نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

''ہونہہ، دکھی یہ دکھ اس کے اپنے خریدے ہوئے ہیں بھابھی ورنہ یہ دنیا مجھ پہ تو ختم نہیں ہوئی تھی۔'' ذوہیب نے انتہائی غصے سے کہا تھا یہ سب جانتے ہوئے بھی کہ زونیہ علی خان کی دنیا ذوہیب عمر خان پہ ہی ختم تھی۔

☆☆☆

شام چھ بجے جاذل کو ڈسچارج کر دیا گیا ڈاکٹر طاہر ابھی اسے ڈسچارج نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن جب بابا جان نے انہیں مجبوری بتائی کہ آج جاذل کا ولیمہ ہے تو انہوں نے انہیں گھر جانے کی اجازت دے دی، جب وہ لوگ گھر

آئے تب تک عائشہ آپی رومیلہ اور زونیہ کو ڈرائیور کے ساتھ پارلر لے جا چکی تھیں جس وقت وہ پارلر سے شادی ہال پہنچیں تھیں سب مہمان آ چکے تھے، جب دونوں دلہنوں کو سٹیج پہ بٹھایا گیا تو سب کی ستائشی نظریں زونیہ پہ جا ٹھہریں تھیں وہ خوبصورت تو پہلے ہی بہت تھی لیکن آج بیوٹیشن کے ماہر ہاتھوں نے اس کے حسن کو مزید نکھار دیا تھا سب نے اس کی بہت تعریف کی تھی اگرچہ رومیلہ بھی خوبصورت تھی لیکن زونیہ کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہ لگ رہی تھی۔

''آپی! زونی آج کتنی پیاری لگ رہی ہے نا۔'' اسمارہ بھابی کی بہن رطابہ نے زونیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو اسمارہ بھابھی مسکرا دیں۔

''صرف آج ہی کیوں بھئی وہ تو ہمیشہ سے ہی اتنی پیاری ہے۔''

''یہ تو ہے۔'' رطابہ بھی مسکرا دی ماما جان جو کچھ فاصلے پہ زارا آنٹی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں انہوں نے اسمارہ بھابھی اور رطابہ کی گفتگو سن لی تھی اس لئے غصے سے بل کھا کے رہ گئیں اور غصے سے بل تو وہ کافی دیر سے مہمان خواتین کے زونیہ کے لئے تعریفی کلمات سن کر ہی کھا رہی تھیں خواتین کی ان باتوں سے ان کی آنکھوں کے سامنے برسوں پہلے کا وہ منظر لہرا گیا تھا جب وہ اور پری وش سٹیج پہ برابر بیٹھیں تھیں۔

''علی کی دلہن زیادہ خوبصورت ہے، عمر والی تو الویں سی ہے۔'' کسی خاتون کے برسوں پہلے بولے گئے الفاظ ان کے کانوں میں گونجے تھے ان کی نگاہ سامنے زونیہ پہ جا ٹھہری تھی برسوں پہلے مہمان خاتون کے بولے گئے الفاظ نے پری وش کے لئے جو نفرت ان کے دل میں بھر دی تھی وہ ساری کی ساری نفرت اس وقت ان کی آنکھوں میں آن بسی تھی، انہیں ایسا فیل ہو رہا تھا کہ آج اتنے برس بعد پری وش نے انہیں پھر سے شکست دے دی ہو۔

زونیہ سر جھکائے بیٹھی تھی جب عائشہ آپی جاذل کا ہاتھ تھام کر سٹیج پہ لائیں اور اس کے برابر بٹھا دیا اور فوٹو گرافر سے ان دونوں کی بہت سی تصویریں لینے کو کہا تھا ان کے بقول رات کو بھی ان دونوں کی اکٹھے کوئی تصویر نہ بنی تھی اور نہ ہی مووی بنی تھی، عائشہ کی بات پہ رومیلہ غصے سے پہلو بدل کے رہ گئی۔

''ہونہہ! پورا خاندان ہی اس پہ لٹو ہے سمجھ نہیں آتی کہ ایسی کیا خاص بات ہے اس لڑکی میں۔'' اسمارہ بھابھی کی زونیہ کے ساتھ گہری دوستی سے تو وہ واقف ہی تھی لیکن عائشہ آپی کا زونیہ کے ساتھ یہ اسپیشل سلوک اس سے برداشت نہ ہو رہا تھا اس کے خیال میں اگر زونیہ ان کی کزن تھی تو رومیلہ کے ساتھ بھی ان کا وہی رشتہ تھا پھر زونیہ کے لئے اتنا پیار کیوں، حالانکہ رومیلہ تو اب ان کے سب سے لاڈلے چہیتے بھائی کی دلہن بھی تھی پھر بھی آپی نے اس کے لئے کسی گرمجوشی کی محبت کا اظہار نہ کیا تھا اور اس بات پہ وہ اندر تک جل گئی تھی اور جل تو زونیہ علی خان بھی رہی تھی جب جاذل عمر خان اس کے برابر بیٹھا تھا تو ماما جان کے کل رات بولے گئے الفاظ اس ذہن میں پھر سے تازہ ہو گئے تھے۔

''غلطی ہو گئی مجھ سے جو اپنے بیٹے کو تم سے بیاہ دیا، بھول گئی تھی میں کہ نحوست کی پوٹلی ہو تم، جس نے پیدا ہوتے ساتھ اپنے سگے ماں باپ کو کھا لیا اس کی نحوست سے میرا بیٹا کیسے بچ سکتا تھا۔'' ماما جان کے الفاظ ذہن میں آتے ہی ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں گرم پانی سا جمع ہونے لگا تھا آنکھیں بند کرتے ہوئے اس نے اس پانی کو بہنے سے روکا تھا لیکن پھر بھی دو آنسو اس کے

گالوں پہ پھسل گئے تھے اور اسی وقت جاذل عمر خان جو سامنے دیکھ رہا تھا نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے ایک ترچھی سی نگاہ اپنے دائیں طرف ڈالی تھی اور ٹھٹک گیا تھا وہ آنکھیں بند کیے رو رہی تھی۔

اس کے رونے کی وجہ کیا تھی یہ خیال جاذل عمر خان کو سر تا پا جھلسا گیا تھا اس کے دماغ کی رگیں تن گئی تھیں اس کی بیوی اس کے پہلو میں بیٹھی کسی اور کے لئے آنسو بہا رہی تھی کچھ پل اس کی جانب دیکھتا وہ ذرا سا اس کی جانب جھکا تھا۔

''ایکسکیوز می!'' زونیہ آنکھیں بند کیے اپنے آنسوؤں کو کنٹرول کر رہی تھی جب جاذل کی آواز اسے اپنے کان کے بہت قریب سنائی دی تھی اس نے لمحے کے ہزارویں حصے میں آنکھیں کھولیں اور گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا وہ چہرے پہ عجیب سا تاثر لیے اس کی جانب دیکھ رہا تھا اس کے دیکھنے پہ دھیمی آواز میں بولا تھا۔

''محترمہ یہ شادی ہال ہے جہاں پہ آپ اتنے سارے مہمانوں کی موجودگی میں نیر بہا کر لوگوں کو میری ذات پہ انگلی اٹھانے کا موقع فراہم کر رہی ہیں اس لئے پلیز یہ شغل بند کیجئے، ہاں البتہ گھر جا کر آپ اپنا یہ شوق جاری رکھ سکتی ہیں اپنے بیڈ روم میں آپ بے شک جتنی مرضی آنسو بہائیے گا مسٹر ذوہیب عمر خان کے نام کے، یقین کیجئے میں بالکل بھی مائنڈ نہیں کروں گا سو مہربانی کر کے اس وقت اپنے یہ قیمتی آنسو صاف کر لیں، مگر چبھتا ہوا لہجہ جس کی چبھن زونیہ نے اپنے اندر تک محسوس کی تھی اس نے تیزی سے اپنے آنسو صاف کیے تھے جاذل اپنی بات کہہ کر جلتا بھنتا نہ صرف سٹیج سے اتر آیا تھا بلکہ ہال سے بھی باہر آ گیا۔

''جاذل کہاں جا رہے ہو؟'' وہ گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا جب عائشہ اسے آواز دیتی اس کے پیچھے آئی تھیں۔

''گھر۔'' اس نے ان کی طرف دیکھے بغیر انتہائی بگڑے موڈ میں جواب دیا تھا۔

''گھر، لیکن کیوں، میرا مطلب ہے ابھی تو فنکشن......'' ان کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ غصے سے بول اٹھا تھا۔

''آئی نو بٹ آئی ایم ناٹ فیلنگ ویل اور میں گھر جا کر آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ آپی کی طرف دیکھے اور ان کی ایک بھی سنے بغیر گاڑی نکال لے گیا جب بابا جان کو اس کے چلے جانے کا پتہ چلا تو وہ یہ سوچ کر ہی پریشان ہو گئے تھے کہ وہ مہمانوں کو ولیمے کے فنکشن سے دُلہے کے یوں غائب ہو جانے کا کیا جواز پیش کریں گے جبکہ سب لوگ دلہا کے کرتوت بھی بہت اچھی طرح جانتے تھے انہوں نے جس طرح سب کو مطمئن کیا تھا یہ الگ بات تھی کہ ان کی بات پہ کسی نے کتنا یقین کیا تھا خاص کر زونیہ کی ننھیال فیملی کو جواب دیتے تو ایک طرح سے ان کے پسینے چھوٹ گئے تھے انہوں نے دل ہی دل میں جاذل کو ڈھیروں گالیوں سے نوازا تا سب مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد جب وہ گھر پہنچے تو یہ جان کر کہ جاذل ابھی تک گھر نہ پہنچا تھا ان کے غصے کا گراف سوا نیزے پہ جا پہنچا تھا۔

''زاشی تم تو کہہ رہی تھی کہ وہ گھر گیا ہے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے۔'' انہوں نے غصے سے عائشہ سے استفسار کیا تھا لیکن عائشہ کے بولنے سے پہلے ماما جان بول پڑی تھیں۔

''عمر پلیز اب جانے بھی دیں رستے میں کسی دوست کے پاس رک گیا ہوگا آ جاتا ہے

تھوڑی دیر میں آپ غصہ نہ کریں۔'' پھر بابا جان تو غصہ دباتے مزید کچھ بھی بولے بغیر اپنے کمرے میں چلے گئے لیکن عائشہ نے بہت تاسف سے اپنی ماں کی جانب دیکھا تھا جس کی بے جا طرف داری نے آج جاذل کو اس مقام تک پہنچایا تھا، بابا جان جب بھی اسے کسی بات پہ ڈانٹتے تھے تو ماما جان ہر بار ''اوہو عمر اب جانے بھی دیں'' والا مخصوص فقرہ بول کر اس کی ڈھال بن جاتی تھیں بابا جان اس کی حرکتوں سے تنگ آ کر اس کو پیسے نہ دیتے تو ماما جان، بابا سے چوری اس کو پیسے دے دیتی تھیں اور اب بھی انہوں نے کتنے آرام سے کہہ دیا تھا کہ جانے دیں، عائشہ کتنی ہی دیر ماما جان کو دیکھتے ہوئے سوچ گئیں تھیں کہ اگر جاذل کی جگہ ذوہیب ہوتا اور زونیہ کی جگہ رومیلہ تو کیا پھر بھی ماما جان آج بابا کو غصہ نہ کرنے کا مشورہ دیتیں ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اپنی لاڈلی چہیتی بھانجی کے نظر انداز کیے جانے پہ زمین آسمان ایک کر دیتیں، عائشہ نے بہت افسوس سے ماں کو دیکھا تھا اور پھر ان کے کمرے میں جانے کے بعد کچن میں آ گئیں، دو کپ چائے بنا کر ٹرے میں رکھے اور جاذل کے بیڈ روم میں آ گئیں زونیہ چینج کر کے ابھی سونے کے لئے لیٹ کر خود پہ کمبل پھیلا رہی تھی جب وہ اندر داخل ہوئیں تھیں۔

''زونی چائے پیو گی؟'' انہوں نے پوچھا تھا۔

''وائے ناٹ۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر بیٹھ گئی پھر چائے پینے کے دوران وہ اس سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی تھیں لیکن انہوں نے نوٹ کیا تھا کہ وہ جواب میں بس ہوں ہاں کیے جا رہی تھی، عائشہ چائے ختم کر کے اٹھ رہی تھیں جب وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔

''کہاں تھے تم اس وقت تک؟ ٹائم دیکھا ہے کیا ہو رہا ہے۔'' وہ جونہی دروازہ بند کر کے مڑا عائشہ نے سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

''کیوں کیا ہوا ہے؟'' اس نے بہت آرام سے پوچھا تھا جس پہ عائشہ کا دماغ گھوم گیا تھا۔

''خدا کے لئے جاذل باز آ جاؤ ان حرکتوں سے، تمہاری شادی ہو چکی ہے، اب گھر پہ تمہاری بیوی موجود ہے، یہ آوارہ گردیاں۔'' اس نے عائشہ کا چہرہ دیکھتے ان کی پوری بات سنی تھی پھر کوئی بھی جواب دیئے بغیر الماری سے کپڑے نکالے اور واش روم میں گھس گیا۔

''سٹوپڈ!'' عائشہ غصے سے بڑبڑاتی باہر نکل گئی زونیہ نے چند ثانیے واش روم کے بند دروازے کو دیکھا تھا پھر کروٹ کے بل لیٹ کر خود پہ کمبل پھیلا لیا، جاذل خان کے چند گھنٹے پہلے بولے جانے والے الفاظ ایک بار پھر اس کے ذہن میں تازہ ہو گئے تھے اور ساتھ ہی آنسو روانی سے اس کی آنکھوں سے بہہ کر اس کا تکیہ بھگونے لگے تھے، واش روم کا دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس نے تیزی سے اپنے آنسو صاف کیے اور کمبل چہرے تک کھینچ لیا تھا، جاذل چینج کر کے باہر نکلا تو وہ سر تک کمبل لپیٹے سو رہی تھی اس پہ نظر پڑتے ہی دھیان کے پردے پہ چند گھنٹے پہلے اس کے رونے کا منظر آن بسا تھا ساتھ ہی اس کے اندر ایک اشتعال نے سر اٹھایا تھا جس پہ بڑی مشکل سے قابو پاتا وہ آگے بڑھا تھا اور لائٹ آف کر کے بیڈ پہ آ لیٹا۔

''شادی...... بیوی...... ہونہہ، میں کسی بھی ایسی لڑکی کو اپنی بیوی نہیں مان سکتا ہوں جس کے دل و دماغ میں کوئی اور بسا ہو اور جو میرے پہلو میں بیٹھ کر کسی اور کے لئے آنسو بہائے، ہرگز ہر

گز نہیں۔'' غصے سے کھولتے دماغ سے اس نے سوچا تھا اور زونیہ کی طرف بیک کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا لیکن نیند اب کسے آنی تھی۔

☆☆☆

زعائشہ آپی شادی کے ایک ہفتے بعد اپنے ہزبینڈ کے ساتھ واپس جوہانسبرگ روانہ ہو گئی ان کے جانے کے اگلے دن زونیہ نے بھی یونیورسٹی جانا شروع کر دیا تھا شانی لالہ چاہتے تھے کہ وہ اپنی تعلیم مکمل کرے، وہ پہلے ہی انہیں بہت ناراض کر چکی تھی اور اب تعلیم ادھوری چھوڑ کر ان کی مزید ناراضگی افورڈ نہیں کر سکتی تھی، جاذل کی وہی روٹین تھی صبح گھر سے نکلتا تو واپسی زونیہ کے سونے کے بعد ہی ہوتی تھی وہ زونیہ کو مخاطب نہیں کرتا تھا تو زونیہ کی بھی ہمت نہ پڑتی تھی کہ اس سے کوئی بات کرے اس دن سنڈے تھا اسمارہ بھابھی کے ابو کی طبیعت ٹھیک نہ تھی اس لئے وہ میکے گئی ہوئی تھیں، رومیلہ اور ذوہیب، رومیلہ کی پھپھو کے ہاں دعوت پہ لاہور گئے ہوئے تھے زونیہ تاجی کے ساتھ مل کر رات کا کھانا بنا رہی تھی جب جاذل کچن میں داخل ہوا تھا، زونیہ اس ٹائم اسے گھر پہ دیکھ کے کافی حیران ہوئی تھی۔

''تاجی میرے کپڑے پریس کر دو، استری اسٹینڈ پہ پڑے ہیں اور سنو ذرا جلدی کرنا۔'' وہ اپنی بات مکمل کر کے کچن سے نکلنے لگا تھا جب تاجی تیزی سے بولی تھی۔

''پر صاحب جی ابھی تو میں آٹا گوندھ رہی ہوں جی آٹا گوندھ کے کر دوں گی۔'' تاجی کی بات پہ اس نے غصے سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''وہاٹ ڈو یو مین، آٹا گوندھ کے کر دوں گی مجھے دیر ہو رہی ہے یہ بعد میں کرتی رہنا۔'' اس نے کافی بگڑتے ہوئے کہا تھا اور باہر نکل گیا تو تاجی زونیہ کی شکل دیکھنے لگی تھی۔

''قسم سے زونی بی بی یہ صاحب بھی نا بس جب کوئی کام کہتے ہیں تو سر پہ سوار ہو جاتے ہیں، آٹا تھوڑا سا گوندھنے والا رہ گیا تھا اب بھلا اتنے میں کیا دیر ہو جاتی۔'' تاجی آٹا چھوڑ کر ہاتھ دھونے لگی تھی تو زونیہ نے منع کر دیا۔

''تم آٹا گوندھو کپڑے میں پریس کر دیتی ہوں۔'' چاولوں کو دم پہ لگا کر وہ تاجی سے کہتے ہوئے کچن سے نکل آئی استری اسٹینڈ پہ جاذل کا شلوار سوٹ پڑا تھا قمیض استری کرنے کے بعد اس نے ابھی شلوار پکڑی ہی تھی کہ جاذل نے پیچھے سے آ کر اس کے ہاتھ سے شلوار کھینچ لی تھی اور غصے سے بولا تھا۔

''ایکسیوزمی میں نے تاجی سے کہا تھا۔'' زونیہ نے ایک نظر اس کے غصے سے سجے چہرے کو دیکھا تھا اور بہت آہستہ آواز میں بولی تھی۔

''تاجی فارغ نہیں ہے اس لئے میں نے سوچا کہ میں کر دیتی ہوں۔'' زونیہ کی بات پہ وہ دانت پیس کر بولا تھا۔

''تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے میرے بارے میں سوچا بٹ اب تم جا سکتی ہو یہ میں خود کر لوں گا۔'' غصے سے کہتے ہوئے وہ شلوار استری کرنے لگا تھا تو زونیہ چند پل بھیگی پلکوں سے اسے دیکھتی رہی پھر آنسو صاف کرتی وہاں سے ہٹ گئی وہ جب بھی اس کا کوئی کام کرنے لگتی وہ اسی طرح اس کی بے عزتی کر دیا کرتا تھا وہ کچن میں آ کر سلاد بنانے لگی اس نے سوچ لیا تھا کہ آج کے بعد وہ اس کا کوئی بھی کام نہیں کرے گی اس کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگائے گی کیونکہ اپنی اتنی بے عزتی اسے بھی گوارا نہ تھی اور اس کے بعد وہ واقعی اپنی بات پہ قائم بھی رہی تھی، صبح کا ناشتہ اور دوپہر کا کھانا بھابھی تاجی کے ساتھ مل کر بناتی

تھیں رات کے کھانے کی ذمہ داری اس نے لے لی بھابھی نے کتنی بار کہا تھا کہ وہ اپنی سٹڈی پہ توجہ دے کیونکہ اس کے ایگزامز قریب تھے، اس وقت بھی اسے کچن میں دیکھ کر انہوں نے اسے ڈانٹ دیا تھا۔

''اوہو بھابھی اس میں کون سا ٹائم لگتا ہے اور پھر میں اکیلی تھوڑی ہوتی ہوں تاجی بھی تو میرے ساتھ ہوتی ہے اتنی جلدی سارا کام ہو جاتا ہے۔'' اس نے بھابھی کے گرد بازو حمائل کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ بھابھی ایسا صرف اس کی محبت میں کہتی ہیں ورنہ تھک تو وہ بھی جاتی ہوں گی اتنا کام ہوتا تھا صبح ناشتہ بنانا، بچوں کو تیار کر کے سکول بھیجنا، اپنی نگرانی میں رجو سے سارے گھر کی صفائی کروانا، دوپہر کا کھانا بنانا، اتنے ڈھیر سارے کام ہوتے تھے، رومیلہ تو مرضی کی مالک تھی کبھی موڈ میں ہوتی تو ہیلپ کروا دیتی ورنہ ہفتوں کچن کا رخ نہ کرتی، اسمارہ بھابھی اور زونیہ کے ساتھ اس کی کم ہی بنتی تھی، خاص کر زونیہ کے ساتھ تو اس کا رویہ بہت ہی خراب ہوتا تھا، کبھی کبھی وہ ذوہیب کے حوالے سے زونیہ کو ایسی ایسی بات لگا جاتی تھی کہ وہ اس کا منہ دیکھتی رہتی اور ایسا وہ تب کرتی تھی جب اردگرد کوئی اور موجود نہ ہوتا تھا زونیہ کو سمجھ نہ آتی تھی کہ وہ اس کے اس شک کو کیسے دور کرے یہ سچ تھا کہ کبھی وہ ذوہیب عمر خان سے بہت محبت کرتی تھی اور اسے اس بات پہ مان بھی تھا کہ ذوہیب بھی اسے چاہتا ہے لیکن اس کا یہ مان بہت بری طرح ٹوٹا تھا، کہ اب وہ ذوہیب سے محبت تو کیا اسے نفرت کے لائق بھی نہ سمجھتی تھی، اس نے اس سے ہر تعلق ختم کر لیا تھا، وہ کبھی اسے مخاطب نہ کرتی تھی۔

☆☆☆

وہ لاؤنج میں سب کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی ہوتی تو ذوہیب کے آ جانے پہ غیر محسوس طریقے سے اٹھ جاتی اور یہ جان کر کہ رومیلہ اس پہ شک کرتی ہے وہ اور بھی محتاط ہو گئی تھی لیکن رومیلہ تھی کہ پھر بھی کوئی نہ کوئی بات نکال ہی لیا کرتی تھی اس کی باتوں نے زونیہ کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔

اس کے ایگزامز قریب تھے اس لئے وہ رات کو دیر تک پڑھتی تھی اور دیر تک جاگنے کے لئے اب وہ ہر روز رات کو دودھ کے بجائے چائے پیتی تھی اس وقت بھی وہ کچن میں کھڑی اپنے لئے چائے بنا رہی تھی جب رومیلہ کچن میں داخل ہوئی تھی۔

''چائے بنا رہی ہو تو ایک کپ میرے لئے بھی بنا لینا۔'' اس کی بات پہ زونیہ نے چائے میں دودھ اور پانی کا تھوڑا سا اور اضافہ کر لیا وہ چائے بنا کر کپوں میں ڈال رہی تھی جب ذوہیب چلا آیا تھا۔

''بھابھی بہت بھوک لگ رہی ہے بھئی جلدی سے کھانا نکال دیں۔'' اس نے آج لنچ کافی لیٹ کیا تھا تبھی ڈنر پہ بھوک نہ لگی تھی تو چند نوالے ہی لئے تھے لیکن اب پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے، اس کے خیال میں اتنی رات کو کچن میں اسمارہ بھابھی ہی موجود ہوسکتی تھیں تبھی کچن میں آتے ساتھ ہی بولا تھا لیکن جب نظر سامنے کپوں میں چائے ڈالتی زونیہ پر پڑی تو ایک پل کو چپ سارہ گیا۔

''سوری وہ میں سمجھا بھابھی ہیں۔'' وہ یہ کہتا پلٹ گیا تو اس کے جانے کے بعد رومیلہ نے مسکرا کر زونیہ کو دیکھا تھا۔

''خیریت اس میں سوری کرنے والی کون سی بات تھی، تم بھی تو بھابھی ہی ہونا، لگتا ہے کہ ابھی تک بے چارے کے دل نے اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا۔'' اس کی بات پہ زونیہ کے دل نے کہا تھا کہ اس کا منہ توڑ دے لیکن رات کے اس پہر وہ کوئی تماشا نہیں چاہتی تھی اس لئے خود پہ کنٹرول کرتی اپنا کپ اٹھا کر کمرے میں آ گئی۔

☆☆☆

وہ آخری پیپر دے کر باہر نکلی تو ڈرائیور کے بجائے ذوہیب کو دیکھ کر اس کے ماتھے پہ بل پڑ گئے تھے وہ کچھ بھی بولے بغیر فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی تو اس کے بیٹھتے ہی ذوہیب نے گاڑی آگے بڑھا دی، وہ جو ذوہیب کی طرف سے رخ موڑے باہر دیکھ رہی تھی یہ احساس ہوتے ہی کہ گاڑی گھر کے راستے پہ نہیں جا رہی تھی جھٹکے سے رخ پھیر کر ذوہیب کو دیکھا تھا۔

''یہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔'' اس نے ماتھے پہ تیوری چڑھا کر قدرے سخت لہجے میں ذوہیب سے استفسار کیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا اس کا فون بجنے لگا تھا۔

''پاپا ہم پانچ منٹ میں پہنچ رہے ہیں بس تھوڑی ہی دور ہیں، شاہی لالہ کیسے ہیں اب؟'' فون کان سے لگاتے ہی وہ تیز تیز بولا تھا دوسری طرف پتہ نہیں کیا کہا گیا تھا کہ اس نے گاڑی کی سپیڈ بڑھا دی تھی زونیہ تو شاہی لالہ کا نام سنتے ہی تڑپ اٹھی تھی۔

''کیا ہوا ہے میرے لالہ کو اور یہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔'' اس کا تو جیسے دل بیٹھنے لگا تھا۔

''آپ بتا کیوں نہیں رہے ہیں مجھے، کیا ہوا ہے شاہی لالہ کو۔'' ذوہیب کو خاموش دیکھ کر اس کا دل ڈوبنے لگا تھا تو وہ چیخ پڑی۔

''بہرے ہو گئے ہیں آپ سنائی نہیں دے رہا ہے آپ کو میں کچھ پوچھ رہی ہوں آپ سے؟'' ذوہیب نے اس کے زرد ہوتے چہرے کو دیکھا تھا۔

''زونی پلیز خود کو سنبھالو کچھ نہیں ہوا ہے لالہ کو بس معمولی سا ہارٹ اٹیک ہوا ہے اب وہ ٹھیک ہیں ابھی بابا کا فون تھا وہ بتا رہے تھے کہ شاہی لالہ اب بالکل ٹھیک ہیں۔'' ذوہیب کی بات پہ وہ بے یقینی سی اس کو دیکھے گئی پتا نہیں ٹھیک نہیں ہیں، اسے لگ رہا تھا کہ کچھ بہت برا ہونے والا ہے اس کا دل کچھ بہت غلط ہونے کی گواہی دے رہا تھا پھر اس کے دل کا کہا سچ ثابت ہو گیا تھا، جب وہ ہاسپٹل پہنچے تھے تب تک شاہی لالہ اس دنیا سے جا چکے تھے وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان کے بے جان وجود کو دیکھ کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگی تھی اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تھا، اسمارہ بھابھی اس کی سمت بڑھی تھیں لیکن وہ لہرا کر نیچے آ رہی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ)

دوسرا اور آخری حصہ

میری وحشتوں کو قرار دو

مصباح علی تارڑ

شاہی لالہ کو دنیا سے گئے اتنے دن ہو گئے تھے لیکن اس کا دل ابھی تک اس حقیقت کو قبول نہ کر پا رہا تھا، وہ دن میں کئی کئی بار ان کے کمرے کے چکر لگاتی تھی یہ سوچ کر کہ وہ اپنے کمرے میں ہوں گے اور ان کو کمرے میں نہ پا کر ہر بار بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی، اس وقت بھی وہ ان کے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی ان کی تصویر گود میں رکھے رو رہی تھی جب بھابھی چلی آئیں تھیں، انہوں نے اسے ساتھ لگا کر اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

"زونی میری جان بس کرو اب، تمہارے اس طرح رونے سے شاہی لالہ واپس تو نہیں آئیں گے نا، الٹا تم رو کر ان کی روح کو بھی بے چین کرتی ہو گی تم جانتی ہو کہ وہ تمہاری آنکھ میں ایک آنسو بھی نہیں دیکھ سکتے تھے اور اب جب تم اتنا روتی ہو تو سوچو انہیں وہاں کتنی تکلیف ہوتی ہو گی۔" بھابھی کی بات پہ اس نے تڑپ کر ان کی سمت دیکھا تھا تو بھابھی مزید بولیں تھیں۔

"دیکھو میری جان اگر واقعی تمہیں شاہی لالہ سے محبت تھی تو مجھ سے وعدہ کرو کہ آج کے بعد تم روؤ گی نہیں اور جب بھی شاہی لالہ تمہیں یاد آئیں تو رونے کے بجائے تم قرآن پڑھ کر ان کے لئے دعا کرنا، تم کہتی ہو نا کہ اتنے دنوں میں ایک بار بھی وہ تمہیں خواب میں نہیں ملے تو جانتی ہو کیوں، تمہارے ان آنسوؤں کی وجہ سے۔" پھر اسمارہ بھابھی ہی تھیں جو اسے زندگی کی طرف واپس لے کر آئیں تھیں بھابھی سارا دن اسے اپنے ساتھ مصروف رکھتی تھیں تاکہ اس کا دھیان بٹا رہے لیکن اس سب کے باوجود بھی کبھی کبھی لالہ اس کو اتنی شدت سے یاد آتے کہ اس کا اپنے آنسوؤں پہ اختیار ختم ہونے لگتا تھا، اس رات بھی اس کے ساتھ یہی ہوا تھا اسے نیند نہیں آ رہی تھی تو

مکمل ناول

وہ لاؤنج میں آ کر ٹی وی آن کر کے دیکھنے لگی، ٹی وی پر شاہ رخ خان کی مائی نیم از خان چل رہی تھی شاہ رخ خان شابی لالہ کا موسٹ فیورٹ ایکٹر تھا وہ اس کی فلمیں بہت شوق سے دیکھتے تھے، مائی نیم از خان بھی انہوں نے کوئی دس بار دیکھی تھی زونیہ کو شاہ رخ خان بالکل پسند نہ تھا کبھی کبھی تو وہ لالہ سے جھگڑ پڑتی تھی۔

''توبہ لالہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ کو اس بڈھے بندر میں اچھا کیا لگتا ہے۔'' وہ ان کے کمرے میں گئی تو انہوں نے مائی نیم از خان دیکھتے پا کر چڑ گئی تھی۔

''ایکٹنگ مائی جان اس کی ایکٹنگ، شاہ رخ جیسی ایکٹنگ ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔'' لالہ مسکرا کر بولے تو وہ منہ بناتے ہوئے بولی تھی۔

اب ٹی وی اسکرین پہ شاہ رخ کا چہرہ دیکھ کر اسے ایکدم شابی لالہ کی یاد آئی تھی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں بہنے لگے تھے، اسے وہاں بیٹھے روتے نجانے کتنی دیر ہوتی تھی کہ اسارہ بھابھی چلی آئیں۔

''زونی تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اب تم کبھی نہیں روؤ گی تو پھر یہ سب کیا ہے؟''

''نہیں تو بھابھی میں رو تو نہیں رہی وہ تو بس۔'' اس نے تیزی سے اپنے آنسو صاف کیے تھے پھر بھابھی کے جانے کے بعد وہ کچن میں چلی آئی کہ رونے کی وجہ سے اس کا سر دکھنے لگا تھا اس نے سوچا کہ چائے کے ساتھ ٹیبلٹ لے لیتی ہوں وہ کچن میں کھڑی چائے بنا رہی تھی جب ذوہیب چلا آیا تھا، اسے سامنے دیکھ کر ایک پل کو اس کے قدم کچن کے دروازے کے فریم میں رکے تھے پھر کچھ سوچتے ہوئے آگے بڑھ آیا تھا، زونیہ نے ایک نظر دیکھا تھا اسے پھر رخ موڑ کر ساس پین کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''اگر چائے بنا رہی ہو تو پلیز ایک کپ میرے لئے بھی۔'' وہ آگے بڑھ آیا تھا تو زونیہ نے چائے کپ میں ڈال کر خاموشی سے کپ اس کی سمت بڑھا دیا، ذوہیب نے اس کے روئے روئے چہرے کو بہت دھیان سے دیکھا تھا پھر کچھ بولنے کو لب کھولے ہی تھے کہ رومیلہ آ گئی رومیلہ کو دیکھ کر وہ اپنا کپ اٹھا کر وہاں سے چلا گیا رومیلہ نے ایک نظر وہاں سے جاتے ذوہیب کی پشت کو دیکھا تھا پھر طنزیہ نگاہوں سے زونیہ کو دیکھا تھا۔

''لگتا ہے میں نے کافی غلط ٹائم پہ انٹری دی ہے مجھے اس وقت کچن میں نہیں آنا چاہیے تھا۔''

''کیا مطلب، تم کہنا کیا چاہتی ہو۔'' زونیہ کافی حد تک اس کی بات کا مفہوم سمجھ گئی تھی تبھی غصے سے پوچھا تھا۔

''میرا مطلب تم اچھی طرح سمجھ چکی ہو، بھولی نہیں ہو تم، لیکن میری ایک بات تم کان کھول کر سن لو میرے شوہر کا پیچھا چھوڑ دو تو بہتر ہوگا تمہارے لئے ورنہ اتنا ذلیل کروں گی کہ کسی کو منہ دکھانے لائق نہیں رہو گی۔'' رومیلہ نے نفرت سے ایک ایک لفظ چبا کر کہا تھا اور جانے کے لئے مڑی تھی پھر جاتے جاتے پلٹی تھی۔

''اور ہاں تمہارا شوہر اس وجہ سے گھاس نہیں ڈالتا ہے نا کہ تم شادی سے پہلے ذوہیب کو پسند کرتی تھیں لیکن سوچو اگر اسے پتہ چل جائے کہ تم ابھی تک ذوہیب کے پیچھے پڑی ہو تو جانتی ہو وہ تمہارا کیا حشر کرے گا اگر تم اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آئیں تو ان سب میں خود بتاؤں گی۔'' اس نے زونیہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا اور وہاں سے جانے لگی تو زونیہ نے جو ساکت کھڑی اس کی ساری بکواس سن رہی تھی ایک دم اس کا بازو تھام کر رخ اپنی جانب کیا تھا۔

''ایک منٹ رومیلہ اب ذرا میری بھی سنتی جاؤ۔'' رومیلہ نے اس کی اس حرکت پہ غصے سے اس کی جانب دیکھا تھا لیکن وہ اس کے غصے کو نظر انداز کرتی بڑے سکون سے بولی تھی۔

''گھٹیا تو تم ہو اس پہ تو نہ مجھے پہلے شک تھا اور نہ ہی اب لیکن اب بات کلیر کر دوں مسز رومیلہ ذوہیب کہ مجھے تمہارے شوہر کے پیچھے پڑنے کا قطعی کوئی شوق نہیں ہے، اگر میں اس کے پیچھے پڑتی تو تم اس گھر میں کبھی نہ آتیں اور ویسے بھی اس طرح کے کام تمہی کو مبارک ہوں سب کو اپنے جیسا مت سمجھا کرو اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جاذل مجھے گھاس نہیں ڈالتے ہیں تو یہ ہمارا پرسنل معاملہ ہے آئندہ اس سلسلے میں کچھ بھی مت بولنا، وہ مجھے گھاس ڈالیں یا نہ میں دوسروں کے سامنے اس بات کا رونا کبھی نہیں روؤں گی انڈرسٹینڈ۔'' پھر وہ تو یہ سب کہہ کر کچن سے نکل گئی جبکہ رومیلہ کمرے میں آنے کے بعد کتنی دیر تک جلتی کڑھتی رہی تھی ذوہیب کے خراب رویے کی وجہ سے وہ ایک دو بار ماما جان کے سامنے روئی تھی لیکن اس بات کی خبر زونیہ کو کیسے ہوئی اسے یہ سمجھ نہ آ رہا تھا کیونکہ زونیہ تو تب پاس نہ تھی پھر اسے ایکدم یاد آیا تھا کہ جب ایک دن اس نے ذوہیب کی شکایت ماما جان سے کی تھی تب اسارہ بھابھی وہیں موجود تھیں، یہ یاد آتے ہی اسے سمجھ آ گئی تھی کہ زونیہ کو اس بات کا کیسے پتہ چلا۔

''گھنی میسنی، آئی بڑی زونیہ کی چچی اس کو تو ایسے ہر بات بتاتی ہے جیسے اس کی ماں کی بیٹی ہے ایک بس میں ہی دشمن ہوں۔'' اس نے اسارہ بھابھی کو دل ہی دل میں ڈھیروں گالیوں سے نوازتے ہوئے کہا تھا، جبکہ دوسری طرف زونیہ اگرچہ رومیلہ کو بہت کچھ سنا تو آئی تھی لیکن کمرے میں آ کر وہ رونے لگی تھی رومیلہ کے شک کا دائرہ اس کے گرد فرنگ ہوتا جا رہا تھا کسی نہ کسی بات کو لے کر وہ زونیہ سے الجھ پڑتی تھی، زونیہ کو ڈر تھا کہ اگر اس کی یہ فضول قسم کی بکواس کسی دن ذوہیب نے سن لی تو رومیلہ کی خیر نہ تھی اور اس سب کی ذمہ داری کس پہ آنی تھی ماما جان نے اس سب کا ذمہ دار کسے ٹھہرانا تھا زونیہ یہ بات اچھی طرح جانتی تھی، پھر اس سوچ نے اسے ساری رات نہ سونے دیا تھا۔

☆☆☆

جاذل کافی لیٹ گھر آیا تھا اوپر کمرے میں جانے کے لئے اس نے ابھی سیڑھیوں کے پہلے زینے پہ پاؤں رکھا ہی تھا جب پیچھے سے بابا جان کی آواز سنائی دی تھی۔

''رکو۔'' بابا جان کی پکار پہ اس کے قدم وہیں تھم گئے تھے اس نے مڑ کر دیکھا وہ اپنے کمرے کے دروازے میں کھڑے بہت غصے سے دکھائی دیے تھے، پھر چلتے ہوئے اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔

''اس وقت کیا ٹائم ہو رہا ہے۔'' اس کے چہرے کو شعلہ بار نظروں سے دیکھتے ہوئے انہوں نے پوچھا تھا تو وہ ان کی بات پہ مسکراتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

''کم آن بابا جان! کیا آپ مجھ سے ٹائم پوچھنے کے لئے اتنی دیر تک جاگ رہے ہیں لگتا ہے آپ کی گھڑی، موبائل اور آپ کے کمرے کا وال کلاک خراب ہے تبھی تو آپ ٹائم پوچھنے کے لئے اتنی دیر تک جاگ کر میرا انتظار......''

''شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ۔'' بابا جان

اس کی بات پہ اتنی زور سے گرجے تھے کہ ان کی آواز پہ سبھی اپنے اپنے کمروں سے نکل آئے تھے، مگر سامنے جاذل کو دیکھ کر بابا جان کے اتنا اونچا بولنے کی وجہ سب کو سمجھ آ گئی تھی۔

''گھٹیا اور بے غیرت لوگوں میں رہ رہ کر اتنی تمیز بھی نہیں رہی ہے تمہیں کہ باپ سے بات کیسے کرتے ہیں۔'' بابا جان کی بات سن کر جاذل کو تو گویا آگ لگ گئی تھی۔

''آپ نے جو بھی کہنا ہے وہ مجھے کہیں میرے دوستوں کے بارے میں نیکسٹ ٹائم اس طرح بات مت کیجئے گا۔'' اس نے انگلی کے اشارے سے انہیں روکا تھا تو ان کے اس طرح وارننگ والے انداز پہ بابا جان کا خون کھول گیا تھا انہوں نے آگے بڑھتے ہوئے ایک زور کا تھپڑ اس کے گال پہ مارا تھا دوسرا تھپڑ مارنے کو ان کا ہاتھ ابھی اٹھا ہی تھا کہ روحیل لالہ اور ذوہیب تیزی سے آگے بڑھے تھے انہوں نے بہت مشکلوں سے بابا جان کو پیچھے ہٹایا تھا۔

''اسے کہو دفعہ ہو جائے میری نظروں کے سامنے سے ابھی اور اسی وقت......'' بابا جان نے غصے سے کہا تھا۔

''اور تم بھی سن لو روحیل آج کے بعد اس کے اکاؤنٹ میں ایک روپیہ بھی جمع کروایا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا، اس کی عیاشیوں کے لئے نہیں کماتے ہیں ہم۔'' روحیل لالہ سے کہتے ہوئے انہوں نے ایک قہر بھری نگاہ جاذل پہ ڈالی تھی۔

''اب یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو، دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔''

''ہاں جا رہا ہوں مجھے بھی کوئی شوق ہیں ہے آپ کی نظروں کے سامنے رہنے کا۔'' اس نے بھی غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا تھا اور جلتا بھنتا سیڑھیاں چڑھ گیا زونیہ جو اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہی تھی شور کی آواز سے اس کی آنکھ بھی کھل گئی تھی وہ اپنا دوپٹہ سنبھالتی باہر کو لپکی تھی وہ تیز تیز سیڑھیاں اتر رہی تھی جب جاذل انتہائی خراب موڈ میں اوپر آتا دکھائی دیا اسے دیکھ کر وہ ایک طرف ہٹتے ہوئے وہیں رک گئی تو وہ ایک ترچھی سی نگاہ اس پہ ڈال کر سیڑھیاں چڑھ گیا اس کے جانے کے بعد وہ دھیرے سے چلتی ہوئی اسارہ بھابھی کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

''کیا ہوا ہے بھابھی؟'' اس نے بابا جان کے غضبناک موڈ کو دیکھتے ہوئے بھابھی سے دریافت کیا تھا۔

''ہونا کیا ہے یار! وہی ہمیشہ کی طرح دیر سے آنے پہ جھگڑا، تم جانتی تو ہو کہ اس سلسلے میں کچھ بھی سننا موصوف کے مزاج پہ کتنا ناگوار گزرتا ہے۔'' بھابھی کی بات سن کر اس نے ایک گہرا سانس خارج کرتے ہوئے بابا جان کو دیکھا تھا جو اب لاؤنج میں ادھر سے ادھر ٹہلتے اپنے غصے کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے تھے پھر ایکدم رکتے ہوئے انہوں نے ماما جان کی طرف دیکھا تھا۔

''اور بیگم آپ بھی میری ایک بات کان کھول کر سن لیں کہ اگر اب آپ نے اسے ایک روپیہ بھی دیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا، آپ کی بے جا ڈھیل نے ہی یہ دن دکھایا ہے ہمیں۔'' ماما جان یوں سب کے سامنے بابا جان کا اتنا غصہ ہونے برداشت نہ کر پائیں تھیں تبھی ان سے بھی زیادہ غصے سے بولیں تھیں۔

''آپ میرے پہ کیوں غصہ ہو رہے ہیں میں نے کیا کیا ہے۔''

''نہیں آپ تو کچھ نہیں کیا ہے اور نہ ہی آپ کا بیٹا کچھ کرتا ہے کرتا تو سب کچھ میں ہی

ہوں پچھتا رہا ہوں اس وقت کو میں نے جب آپ کے کہنے میں آ کر اس کی شادی کا فیصلہ کیا تھا۔'' بابا جان آج کچھ زیادہ ہی غصے میں لگ رہے تھے تبھی تو سب کی موجودگی کی پرواہ کیے بغیر سچ بولنے کے موڈ میں تھے لیکن ان کا اتنا سچ بولنا ماما جان سے ہضم نہ ہوا تھا تبھی تو غصے سے چیخ اٹھی تھیں۔

''ہاں کہا تھا میں نے کہ اس کی شادی کر دیں اس یقین کے ساتھ کہا تھا کہ جب اس کو گھر پہ بیوی کا پیار اور توجہ ملے گی تو یہ فضول قسم کی دوستیاں خود ہی چھوٹ جائیں گی اب اگر ایسا نہیں ہوا تو اس میں سارا قصور جاذل کا بھی نہیں ہے سمجھے آپ، ہمارے دوسرے دونوں بیٹے بھی شادی شدہ ہیں عمر، ان کی بیویوں کو ہی دیکھ لیں، روحیل پانچ منٹ لیٹ آئے آفس سے تو اسارہ کی جان پہ بن جاتی ہے کہ وہ لیٹ کیوں ہو گیا، رومیلہ کی نگاہیں بھی تب تک دروازے پہ ٹکی رہتی ہیں جب تک ذوہیب گھر نہیں آ جاتا جبکہ جاذل...... وہ گھر آیا یا نہیں اس نے کھانا کھایا یا نہیں، اس سب کی پرواہ اس کی بیوی تو چھوڑ بیوی کی جوتی کو بھی نہیں ہوتی۔'' ماما جان تو اپنا سارا غصہ نکال کر کمرے میں چلی گئیں تھیں ان کے جانے کے بعد بابا جان بھی چلے گئے جبکہ زونیہ ڈبڈباتی آنکھیں لے ساکت کھڑی تھی اسے یقین ہی نہ آ رہا تھا کہ ماما جان یوں سب کے سامنے اس کی ذات کو ٹارگٹ بنا سکتی ہیں، وہ بھی سب کچھ جانتے ہوئے جاذل کو زونیہ سے نفرت ان سے پوشیدہ تو نہ تھی پھر بھی وہ سارا الزام کتنی آسانی سے اس پہ لگا کہ جا چکی تھیں۔

وہ وہیں صوفے پہ بیٹھ کر زار و قطار رونے لگی تھی، اسے اس طرح روتے دیکھ کر ذوہیب عمر خان کو نہ جانے کیا ہوا تھا کہ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا مگر زونیہ کو اس طرح روتے دیکھ کر رومیلہ کے لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ آ ٹھہری تھی، زونیہ کو آنسو بہاتے دیکھ کر اس کے اندر تک ٹھنڈک پڑی تھی کیونکہ اس لڑکی کی وجہ سے اس کا شوہر اس کا ہو کر بھی اس کا نہ تھا اگرچہ وہ اپنے شوہر ہونے کے سارے حقوق و فرائض تو ادا کرتا تھا لیکن اس کے دل تک رسائی پانا رومیلہ کو ناممکن لگتا تھا اور یہ سب زونیہ علی خان کی وجہ سے تھا، روحیل لالہ اور بھابھی زونیہ کو اس طرح روتے دیکھ کر چپ کرانے لگے تھے۔

''تم کیوں روتی ہو، سب جانتے ہیں کہ ماما جان ابھی جو کچھ بھی کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔'' روحیل لالہ نے اس کے برابر بیٹھ کر اس کا سر اپنے کندھے سے لگاتے ہوئے کہا تھا لیکن وہ ان کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے اٹھ کر کمرے میں آ گئی جاذل کھینچ کر کے نکلا تو وہ صوفے پہ بیٹھی رو رہی تھی اسے دیکھ کر اس کے بیڈ کی طرف بڑھتے قدم وہی رک گئے تھے وہ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر اٹھ کر واش روم میں بند ہو گئی۔

''اسے کیا ہوا ہے؟'' اس نے واش روم کے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا کیونکہ ابھی کچھ دیر پہلے جو کچھ بھی ہوا تھا وہ بابا جان اور اس کے درمیان ہوا تھا پھر زونیہ کے اس طرح رونے کی وجہ اسے سمجھ نہ آئی تھی لیکن اگلی صبح اسے اس کے رونے کی وجہ سمجھ آ گئی تھی کیونکہ صبح جب وہ اٹھا تھا تو نہ صرف اس کا استری شدہ سوٹ بیڈ پہ پڑا تھا بلکہ اس کے جوتے بھی پالش کر کے بیڈ کے پاس رکھ دیئے گئے تھے، سوٹ کے اوپر ایک تہہ شدہ کاغذ بھی پڑا تھا اس نے ہاتھ بڑھا کر کاغذ اٹھا لیا۔

''سوری مسٹر خان! آپ کے منع کرنے کے باوجود آج پھر آپ کی چیزوں کو ہاتھ لگا رہی

ہوں آئی نو کہ آپ کو یہ سب اچھا نہیں لگتا اور آپ یہ بات مجھ پہ واضح بھی کر چکے ہیں بٹ آئی ایم ایکسٹریملی سوری کہ آپ کے منع کرنے کے باوجود یہ سب ایک بار پھر کر رہی ہوں، اس لئے کہ یہ آپ کی مدر کی خواہش ہے، آپ کو اگر کوئی اعتراض ہے تو جا کے اپنے مدر سے بولیں اگر وہ مجھے منع کر دیں تو یقین کیجئے میں یہ غلطی دوبارہ نہیں دہراؤں گی، سوری اگین زونیہ۔''

''آئی نو ویری ویل کہ میرے لئے یہ سب تم اپنی مرضی سے کر بھی نہیں سکتی ہو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے غصے سے کاغذ کو توڑ مروڑ کر دور اچھال دیا تھا پھر الماری سے دوسرا سوٹ نکال کر واش روم میں گھس گیا تیار ہونے کے بعد وہ ناشتہ کیے بغیر انتہائی خراب موڈ میں گھر سے نکلا تھا اور سارا دن اس کا موڈ خراب ہی رہا تھا شام کو وہ ارباز کے بیڈ پہ آڑھا ترچھا لیٹا تھا جب ثنا چلی آئی تھی ثنا کو دیکھ کر اس کا بگڑا موڈ کسی حد تک بحال ہوا تھا، پھر ثنا کے ساتھ ڈنر کرنے کے بعد وہ کافی حد تک واپس اپنے موڈ میں آ چکا تھا گھر اس کی واپسی حسب معمول کافی لیٹ ہوئی تھی، وہ انتہائی خوشگوار موڈ میں کمرے میں داخل ہوا تھا لیکن زونیہ کو جاگتے پا کر جہاں اسے حیرانی ہوئی تھی وہیں اس کے چہرے کے زاویے بدل گئے تھے وہ چینج کر کے نکلا تو وہ اس کے لئے کھانا لے آئی۔

''کھانا کھا لیں۔'' اس نے ٹرے بیڈ پہ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

''میں کھا کے آیا ہوں اور پلیز یہ اٹھاؤ مجھے یہاں سونا ہے۔'' اس نے بگڑے لہجے میں ٹرے کی سمت اشارہ کر کے کہا تو وہ چپ چاپ ٹرے اٹھا کر باہر نکل گئی وہ اپنے کھولتے دماغ کے ساتھ تکیہ درست کر کے لیٹ گیا پہلے بھی جب وہ اس کا کوئی کام کرتی تھی تو اس کا ردعمل اسی قسم کا ہوتا تھا اور اب تو وہ جانتا بھی تھا کہ وہ یہ سب کس وجہ سے کر رہی ہے، اپنے اشتعال پہ قابو پاتے وہ آنکھوں پہ بازو رکھ کر سونے کی کوشش کرنے لگا جب تھوڑی دیر بعد وہ پلیٹ میں دودھ کا گلاس رکھے آئی۔

''یہ دودھ۔'' اس نے آنکھیں کھولیں تو سامنے وہ پلیٹ میں دودھ کا گلاس لئے کھڑی تھی وہ کچھ پل اپنی غصے سے سرخ پڑتی آنکھیں لئے اس کی جانب دیکھتا رہا پھر ایکدم اٹھتے ہوئے نہ صرف دودھ کا گلاس اٹھا کر سامنے دیوار پہ دے مارا تھا بلکہ اس کے ہاتھ سے پلیٹ بھی چھین کر دور پھینک دی تھی۔

''تمہیں میری بات کا اثر کیوں نہیں ہوتا، جب میں ایک دفعہ کہہ چکا ہوں کہ میرے لئے یہ سب مت کیا کرو۔'' وہ اتنے زور سے دھاڑا تھا کہ ایک پل کو تو زوینہ بھی لرز گئی تھی لیکن دوسرے ہی پل اپنے خوف پہ قابو پا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''میں یہ سب خود سے نہیں کر رہی ہوں اور نہ ہی مجھے کوئی شوق ہے آپ کے ہاتھوں اتنی انسلٹ کروانے کا میں آل ریڈی آپ کو بتا چکی ہوں کہ یہ سب آپ کی مدر کی خواہش ہے کیونکہ ان کے خیال میں میں ان کے بیٹے کا خیال بالکل بھی نہیں رکھتی ہوں، وہ خوامخواہ مجھے قصوروار سمجھ رہی ہیں اور اگر آپ کو یہ سب پسند نہیں ہے تو جا کر ان سے کہیں مجھ سے نہیں، وہ مجھے منع کر دیں تو آپ کو دوبارہ اس طرح چلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔'' اس نے جاذل کے غصے سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کر کہا تھا تو جاذل کا دل کیا تھا کہ اس کا گلا دبا دے خود پہ ضبط کرتے بھی وہ پھٹ پڑا تھا۔

''مدر...... مدر...... مدر، جب میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے یہ سب پسند نہیں تو کیوں کرتی ہو بار بار یہ سب۔'' وہ ایک بار پھر زور سے چلا رہا تھا تو زونیہ اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھتی باہر نکل گئی جبکہ وہ کتنی دیر تک اپنے خون میں اٹھتے غصے کے ابال کو دباتا رہا تھا۔

☆☆☆

روحیل لالہ نے اس بار واقعی بابا جان کی بات پہ عمل کر دکھایا تھا اور اس مہینے جاذل کے اکاؤنٹ میں پیسے جمع نہ کروائے تھے، وہ ہر ماہ اس کے اکاؤنٹ میں اچھی خاصی رقم جمع کروا دیے کرتے تھے جس سے اس کا پورا مہینہ آسانی سے گزر جاتا تھا، اپنی گرل فرینڈز کو شاپنگ کرواتے اسے کبھی پیسے کی فکر نہ ہوئی تھی اگر کبھی پیسے مہینہ ختم ہونے سے پہلے خرچ ہو جاتے تو وہ ماما جان سے لے لیا کرتا تھا، بینک سے اسے پتہ چلا کہ اس ماہ اس کے اکاؤنٹ میں رقم ٹرانسفر نہیں کروائی گئی تو وہ غصے سے لال پیلا ہوتا روحیل لالہ کے پاس آیا تھا۔

''سوری یار! وہ ایکچوئیلی بابا کا تو تمہیں پتہ ہی ہے نا، اس بار انہیں کچھ زیادہ ہی غصہ ہے تم پہ اور ان کے سائن کے بغیر رقم تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر نہیں ہو سکتی۔'' روحیل لالہ کی بات سن کر وہ غصے سے کرسی کو ٹھوکر مارتا آفس سے باہر نکل آیا تھا اور اس وقت تو اس کے غصے کی انتہا نہ رہی تھی جب اگلے دن ماما جان نے بھی اس کو پیسے دینے سے انکار کر دیا تھا، ان کے بقول اس بار وہ بابا جان کی بات سے انحراف کر کے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی تھیں کیونکہ اس بار بابا جان واقعی بہت غصے میں تھے، پنکی کا برتھ ڈے قریب تھا اس کے پاس اسے گفٹ دینے کے پیسے نہ تھے، اس کے والٹ میں چند سرخ نوٹ رہ گئے تھے اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ پیسوں کا ارینج کہاں سے کرے، اسی سوچ میں گم وہ اپنے بیڈ روم میں داخل ہوا تھا زونیہ صوفے پہ بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی اسے دیکھ کر کتاب رکھتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

''کھانا لاؤں۔'' اس نے اس کی بات کا جواب نہ دیا تھا اس کے چیخنے چلانے کے باوجود بھی وہ اپنی بات پہ قائم رہی تھی وہ کچھ پل کھڑا اس کے جواب کا انتظار کرتی رہی پھر باہر نکل گئی تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس دیکھ کر اس کا دماغ گھوم گیا تھا۔

''تم کون سی زبان سمجھتی ہو جب میں کتنی بار منع کر چکا ہوں کہ میرے لئے یہ سب مت کیا کرو تو پھر کیوں سمجھ نہیں آتی تمہیں میری بات۔'' دودھ کا گلاس ٹیبل پہ رکھ کر اس نے اس زور سے اس کا بازو دبوچا تھا کہ زوینہ کو اس کی انگلیاں اپنے بازو میں دھنستی ہوئیں محسوس ہوئی تھیں تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

''مسٹر خان! میں بھی آپ کو کتنی بار بتا چکی ہوں کہ میں یہ سب کرنے پہ مجبور ہوں کیونکہ یہ آپ کی ماما جان کا حکم ہے آپ کو اگر کوئی اعتراض ہے تو جا کر ان سے کہیں۔'' اس نے اپنا بازو جاذل کی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے کہا تھا، خود پہ بہت ضبط رکھتے ہوئے بھی اس کا لہجہ آج نجانے کیوں تھوڑا بلند ہو گیا تھا۔

پھر وہ اپنے آنسو صاف کرتی ٹیرس پہ آ گئی تھی کتنی دیر تک وہ ٹیرس پہ کھڑی آنسو بہاتی رہی تھی جب سردی کا احساس بڑھنے لگا تو اندر چلی آئی جاذل بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے سگریٹ ہونٹوں میں دبائے نجانے کس سوچ میں تھا وہ چپ چاپ اپنی سائیڈ پہ آ کر لیٹ گئی اور آنکھوں

پہ بازو رکھ لیا، لیکن دوسرے پل ایک گہرا سانس خارج کرتے اس نے کروٹ بدلی تھی کہ یہ سزا تو اس نے خود تجویز کی تھی اپنے لئے تو پھر اب رونا کیسا اس نے بے دردی سے آنکھوں میں آتے آنسوؤں کو رگڑ ڈالا تھا اور سونے کی کوشش کرنے لگی آخر کچھ دیر بعد نیند کی دیوی اس پہ مہربان ہو ہی گئی تھی جبکہ جاذل سگریٹ پہ سگریٹ پھونکتا سوچ رہا تھا کہ اب پیسوں کا انتظام کہاں سے کرے، روحیل لالہ نے بھی انکار کر دیا تھا ماما جان نے بھی اس دفعہ پیسے نہ دیئے تھے اور وہ جانتا تھا کہ جتنے سخت انداز میں بابا جان نے ان کو منع کیا تھا وہ کبھی بھی اس کو پیسے نہیں دیں گی، اپنا خالی ہوتا والٹ اس کی پریشانی کا باعث تھا، اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ ثنا کے برتھ ڈے گفٹ کے لئے پیسے کہاں سے لے۔

ثناء نے فرمائش کی تھی کہ اس دفعہ برتھ ڈے پہ جاذل اس کو اچھا سا موبائل سیٹ گفٹ کرے یہی سب سوچتے اس نے آدھ جلا سگریٹ سائیڈ ٹیبل پہ پڑی ایش ٹرے میں پھینکا اور تکیہ درست کر کے لیٹ گیا لیکن اس پریشانی میں اسے نیند نہیں آ رہی تھی وہ پریشان سا کروٹیں بدل رہا تھا اس نے دائیں طرف کروٹ بدلی تو نظر گہری نیند میں سوئی زونیہ پہ پڑی تھی، لیکن جب نظر اس کے چہرے سے ہوتے ہوئے اس کے سینے پہ رکھے اس کے بازو پہ گئی تو اسے ایکدم اپنی ساری پریشانی دور ہوتی محسوس ہوئی تھی اس کے بازو پہ چمکتی سونے کی دو عدد چوڑیاں جاذل عمر خان کی ساری پریشانی ختم کر گئیں تھیں اس کی آنکھیں ایکدم مسکرانے لگیں تھیں وہ حیران ہوا تھا کہ پہلے اس طرف اس کا دھیان کیوں نہیں گیا تھا اور وہ اتنی اچھی آپشن کے موجود ہوتے ہوئے دوسروں سے پیسے کیوں مانگ رہا تھا پھر مسکراتے لبوں سے اس نے ہاتھ بڑھا کر سوئی ہوئی زونیہ کو اس کے اسی بازو سے پکڑ کر اپنے قریب گھسیٹ لیا گہری نیند میں سوئی زونیہ اس حملے کے لئے قطعی تیار نہ تھی اسے بالکل سمجھ نہ آئی تھی کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے اس لئے اس کی چیخ نکل گئی تھی لیکن جاذل نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اس کی چیخ کا گلا گھونٹ دیا تھا۔

''سوری مسز میں یہ بھی یہ سب اپنی مرضی سے ہرگز نہیں کر رہا ہوں یہ میرے پیرنٹس کی خواہش ہے، ایکچوئیلی انہیں ہمارے بچے دیکھنے کی بڑی حسرت ہے اس لئے میں نے سوچا ہے کہ چلو ان کی اس خواہش کو تو پورا کر دیا جائے۔'' اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے گمبھیر لہجے میں کہا تھا تو اس کی بات پہ زونیہ کو اپنا سارا وجود سن سا ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے ساتھ چھوڑتے حواسوں کو بحال کیا تھا اور اپنا پورا زور لگا کر خود پہ جھکے جاذل کو پیچھے دھکیلتے ہوئے بیڈ سے اٹھی تھی وہ تیزی سے دروازے کو لپکی تھی لیکن جاذل اپنے لمبے چوڑے بے حد وجیہہ سراپے سمیت اس کی راہ میں ایستادہ ہو گیا تھا۔

''اوہو مسز کہاں بھاگی جا رہی ہیں بھئی! آپ تو بڑی فرمانبردار بہو ہیں سو پلیز اب ایک فرمانبردار بیوی کا رول پلے کرتے ہوئے میرا بھی اپنے پیرنٹس کی خواہش پوری کر کے ایک فرمانبردار بیٹا بننے میں تھوڑا ساتھ دیں۔'' اس نے زونیہ کے کانپتے وجود پہ نظریں جماتے ہوئے کہا تھا اور ایک قدم اٹھاتا اس کی سمت بڑھا تھا، اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر زونیہ کا تو جیسے سارا خون خشک ہونے لگا تھا جاذل نے اسے بازو سے پکڑ کر بیڈ پہ کھینچا تھا زونیہ نے اپنے وجود کی ساری توانائیاں جمع کر کے خود کو چھڑوانے کی

پوری کوشش کی تھی لیکن اس کی مضبوط گرفت سے خود کو آزاد نہ کرا سکی تھی۔

''جج..... جاذل ...... فار گاڈ سیک، چھوڑ دیں مجھے۔'' اس کے اونچے لمبے توانا وجود کے سامنے اسے اپنی ساری مذاحمت رائیگاں جاتی محسوس ہوئی تو رو دی تھی جاذل نے بہت دھیان سے اس کے پسینے پسینے ہوتے وجود اور بھیگی آنکھوں کو دیکھا تھا اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ اور گہری ہو گئی تھی۔

''ارے میری جان ایسے کیسے چھوڑ دوں، بدلے میں مجھے بھی تو کچھ چاہیے۔'' اس کی بات پہ زونیہ نے چونک کر اپنی بھیگی پلکیں اٹھائیں تھیں اسے اپنی جانب دیکھتے پا کر وہ مزید گویا ہوا۔

''بھئی دیکھو نا اپنے حق سے دستبردار ہونا اتنا آسان تو نہیں ہوتا اس کے لئے کوئی قیمت تو ہونی چاہیے۔''

''کک...... کیا چاہیے آپ کو۔'' زونیہ نے نہ سمجھانے والے انداز میں اس کے چہرے کو دیکھا تھا اور کانپتی آواز میں دریافت کیا تھا تو جاذل نے مسکرا کر اس کا چوڑیوں والا بازو پکڑا اور اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا اس کے چہرے سے ہوتی ہوئی زونیہ کی نگاہ اپنے بازو پہ جا ٹھہری تھی وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کی بات کا مفہوم سمجھ چکی تھی۔

''ٹھ...... ٹھیک ہے لے لیں، لیکن پلیز پہلے مم...... مجھے چھوڑیں۔'' اس نے اپنے دھڑکتے دل پہ قابو پاتے ہوئے کانپتی آواز میں کہا تھا تو جاذل اسے چھوڑتے ہوئے سیدھا ہو گیا تھا، اس کے پیچھے ہٹتے ہی زونیہ نے تیزی سے اپنی کلائی سے چوڑیاں اتار کر بیڈ پہ رکھ دیں اور خود اپنے آنسو صاف کرتی دوپٹہ سنبھال کر کمرے سے باہر جانے لگی تھی، جب پیچھے سے جاذل کی آواز سنائی دی تھی۔

''مسز اب اس بات کا پتہ گھر میں کسی کو نہیں لگنا چاہیے ورنہ......'' وہ اثبات میں سر ہلاتی باہر نکل گئی تو جاذل بیڈ پہ پڑی چوڑیاں اٹھا کر مسکرانے لگا تھا۔

☆☆☆

ذوہیب آفس سے آیا تو ماما جان کو لاؤنج میں صوفے پہ بیٹھے دیکھ کر وہیں ان کے پاس ہی بیٹھ گیا، اسے شاید بخار ہو رہا تھا تبھی تو پورا جسم درد کر رہا تھا۔

''تاجی ایک کپ چائے تو بنا دو۔'' اس نے ماتھے کو انگلیوں کی پوروں سے دباتے ہوئے کہا تھا۔

''کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' اس کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کر ماما جان کو تشویش ہوئی تھی تبھی استفسار کیا تھا۔

''کچھ نہیں بس سر میں درد محسوس ہو رہا ہے، لگتا ہے بخار ہو جائے گا۔'' اس نے صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا تو ماما جان نے اسے اچھا خاصا ڈانٹ دیا تھا کہ اسے گھر آنے سے پہلے ڈاکٹر کو دکھا کر میڈیسن لینی چاہیے تھی۔

''اوہو ماما جان کچھ نہیں ہوا ہے، چائے کے ساتھ پیناڈول لیتا ہوں تو ٹھیک ہو جاؤں گا۔'' پھر چائے کے ساتھ پیناڈول لے کر وہ وہیں صوفے پہ ہی لیٹ گیا تھا ابھی اسے لیٹے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ رومیلہ چلی آئی۔

''ارے آپ یہاں لیٹے ہیں میں کب سے آپ کا انتظار کرتے پریشان ہو رہی تھی کہ آپ ابھی تک آفس سے کیوں نہیں آئے۔'' اس نے ذوہیب کو لاؤنج میں لیٹے دیکھ کر کہا تھا۔

''کیوں خیریت۔'' اس نے رومیلہ کے سجے سنورے سراپے پہ تنقیدی نگاہوں سے دیکھتے

ہوئے دریافت کیا تھا حالانکہ اس کی تیاری دیکھ کر وہ جان گیا تھا کہ ضرور اسے کہیں جانا ہوگا ایک تو وہ اس کی اس عادت سے بہت تنگ آ چکا تھا کہ ہر دوسرے روز اسے میکے کی یاد ستانے لگتی تھی اسے اس کے میکے جانے پہ اعتراض نہ تھا بلکہ وہ تو کچھ دیر کے لئے ہی سہی رومیلہ سے جان چھوٹنے پہ شکر کا سانس لیتا تھا اسے کوفت تب ہوتی تھی جب وہ گھر میں ڈرائیور اور گاڑی کے موجود ہوتے ہوئے بھی اس کے ساتھ جانے پہ بضد ہوتی تھی اور اب بھی یہی ہوا تھا، جب ذوہیب نے اس کے ساتھ جانے سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے وہ ڈرائیور کے ساتھ چلی جائے تو اس کی بات پہ رومیلہ کی تیوری چڑھ گئی تھی۔

''اگر مجھے ڈرائیور کے ساتھ ہی جانا ہوتا تو میں اتنی دیر آپ کا انتظار نہ کرتی اور مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ کو جب بھی میرے ساتھ کہیں جانا پڑے تو آپ کا موڈ اس قدر خراب کیوں ہو جاتا ہے۔'' ذوہیب کے انکار پہ وہ آگ بگولہ ہو کر کافی تیز آواز میں بولی تھی جس پہ ذوہیب کو بھی غصہ آ گیا۔

''اور مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ تم گھر پہ ٹک کر کیوں نہیں بیٹھتی ہو، کبھی باہر ڈنر کرنا ہوتا ہے تو کبھی شاپنگ، کبھی ماما کے ہاں جانا ہوتا ہے تو کبھی کسی اور رشتے دار کے ہاں جانے کو تیار، آئے دن تمہیں کہیں نہ کہیں جانا ہوتا ہے۔ کبھی گھر پہ بھی توجہ دی ہے، میرے آفس سے آنے کے بعد کبھی چائے پانی یا کھانے کا بھی پوچھا ہے، کبھی گھر کے کسی کام میں بھی دلچسپی لی ہے، اس گھر میں دو بہوئیں اور بھی ہیں تم کوئی آسمان سے اتری ہوئی نہیں ہو کہ تم سیر سپاٹے کرو اور وہ گھر کے کام۔'' رومیلہ کو سخت نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور اٹھ کر کمرے میں چلا گیا تو رومیلہ نے اپنی اس قدر بےعزتی پہ ماما جان کی طرف دیکھا تھا۔

''آپ دیکھ رہی ہیں نا خالہ جانی اس شخص کو جب بھی اسے میرے ساتھ کہیں جانا ہوتا ہے اسی طرح کرتا ہے یہ۔'' بات کرتے کرتے اس کا لہجہ بھیگ گیا تھا پھر وہ وہیں بیٹھ کر رونے لگی تھی تو ماما جان کی تو گویا جان پہ بن گئی تھی وہ بھلا اپنی لاڈلی چہیتی بھانجی کو اس طرح روتے ہوئے کیسے دیکھ سکتی تھیں، انہوں نے فوراً اٹھ کر رومیلہ کو اپنے ساتھ لگا کر اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

''ارے نہیں بیٹا ایسی بات نہیں ہے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے تھوڑا سا چڑچڑا ہو رہا ہے۔'' تو ان کی بات پہ رومیلہ کا موڈ بگڑ گیا تھا۔

''جی مجھے دیکھتے ہی ان کی طبیعت خراب ہونے لگتی ہے اور ایسا کس کی وجہ سے ہوتا ہے مجھے بہت اچھی طرح پتہ ہے اور آپ بھی نا خالہ جانی آپ کو پتہ تھا کہ وہ زونیہ سے کتنی محبت کرتا ہے تو پھر آپ کو زونیہ کی شادی جاذل لالہ سے کرنے کی کیا ضرورت تھی، ہر وقت تو نظر آتی ہے وہ منحوس اس کو اس گھر میں، ایسے میں میرے ساتھ تو وہ ایسا ہی کرے گا۔'' رومیلہ کی بات پہ ماما جان خاموش ہو گئیں تھیں کہ کہہ تو وہ بھی صحیح رہی تھی ان کو بھی اب اکثر اپنی غلطی کا احساس ہوتا تھا اگر انہیں تب اس بات کا اندازہ ہوتا تو وہ کبھی بھی یہ فیصلہ نہ کرتیں، اس وقت تو ان کے سر پہ بس ایک ہی بات سوار تھی کہ کسی طرح ذوہیب کی شادی رومیلہ سے ہو جائے اور زونیہ علی خان اس شادی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی جسے راستے سے ہٹانے کا انہیں اس وقت بس یہی حل نظر آیا تھا اس طرف تو تب ان کا دھیان ہی نہ گیا تھا ان کا خیال تھا کہ شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا، لیکن ایسا نہ ہوا تھا ذوہیب نے اگرچہ رومیلہ کو بیوی کا درجہ تو دے دیا تھا لیکن اس کے دل میں ابھی تک زونیہ بسی تھی یہ بات رومیلہ نہ بھی کہتی تب بھی ماما جان بخوبی جانتی تھیں ماما جان کچھ پل روتی ہوئی رومیلہ کو دیکھتی رہیں، پھر آگے ہو کر ایک بار پھر اس کے آنسو صاف کیے تھے اور بہت آہستہ آواز سے بولیں تھیں۔

''او کے میں مانتی ہوں کہ میں نے یہ غلطی کی ہے تو اب اس کو سدھاروں گی بھی میں ہی۔'' رومیلہ نے بےیقینی سے ان کو دیکھا تھا۔

''وہ کیسے؟''

''یہ تم مجھ پہ چھوڑ دو، ان آنسوؤں کو اس آنکھوں میں نہ سجایا جس کی وجہ سے تم روتی ہو تو میرا نام بدل دینا۔'' ماما جان نے رومیلہ کے کندھے کو تھپکتے ہوئے انتہائی نفرت سے کہا تھا، پھر رومیلہ تو ڈرائیور کے ساتھ میکے چلی گئی جبکہ ماما جان وہاں بیٹھی سوچ رہی تھیں کہ انہیں زونیہ کا اب کیا کرنا تھا، وہ ان کی اکلوتی بھانجی کی خوشیوں کی سب سے بڑی دشمن تھی اور اس دشمن کا انہیں کچھ نہ کچھ تو ضرور کرنا تھا، یہی سب سوچتے ہوئے ایک خیال سرعت سے ان کے ذہن میں آیا تھا اور دوسرے ہی پل وہ وہاں بیٹھی مسکرا رہی تھیں۔

☆☆☆

روحیل لالہ کے چھوٹے بیٹے حنظلہ کا برتھ ڈے تھا گھر پہ ایک پارٹی کا ارینج کیا گیا تھا جس میں بھابھی کے میکے والوں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی مدعو تھے، بھابھی کچن میں تھیں تو زونیہ نے سوچا کہ وہ ان کے فارغ ہونے تک ایشبہ اور حنظلہ کو تیار کر دیتی ہے۔

''زونی اب تم بھی جلدی سے تیار ہو جاؤ، مہمان آتے ہی ہوں گے۔'' وہ حنظلہ کو جوتے پہنا رہی تھی جب بھابھی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تھا، وہ اپنے کمرے میں چلی آئی وہ دروازہ بند کر کے مڑی تو نظر واش روم سے نکلتے جاذل پہ پڑی، وہ گیلے بالوں کو تاول سے رگڑتا باہر نکلا، تو زونیہ کو دیکھ کر وہیں رک گیا تھا اس رات کے واقعے کے بعد وہ اپنی موجودگی میں آج زونیہ کو کمرے میں دیکھ رہا تھا، کیونکہ اس رات کے بعد وہ شانی لالہ کے کمرے میں سونے لگی تھی، وہ صبح جلدی اٹھ جاتی تھی اس لئے گھر میں کسی کو بھی اس بات کی خبر نہ تھی اس پہ نگاہ پڑتے ہی جاذل کے ہونٹوں پہ ایک بھرپور مسکراہٹ سج گئی تھی اسے یوں اپنی طرف دیکھتے اور مسکراتے پا کر زونیہ ایک پل کو کنفیوژ ہوئی تھی لیکن پھر خود پہ قابو پا کر تیزی سے الماری کی طرف بڑھی اور کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گئی جب وہ چینج کر کے نکلی تو وہ آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا اس کی طرف دیکھنے سے گریز برتتے ہوئے وہ الماری کی سمت بڑھ گئی جیولری نکالنے کے لئے اس نے جیسے ہی دراز کھولا اسے اپنے پاؤں کے نیچے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی، وہ الماری کا پٹ تھامے ساکت سی خالی دراز کو گھورے جا رہی تھی، پھر اس نے وہ دراز تو کیا ساری الماری کنگال لی تھی لیکن جیولری وہاں ہوتی تو ملتی وہ سارا زیور اسی دراز میں ہی رکھتی تھی پھر زیور کہاں گیا اسی سوچ میں اس کی نگاہیں جاذل پہ جا ٹھہری تھیں اسے یقین تھا کہ جیولری جاذل نے ہی اٹھائی ہے، جاذل جو آئینے کے سامنے کھڑا بالوں کو برش کر رہا تھا آئینے میں سے اسے یوں اپنی طرف گھورتے پا کر اس کی طرف مڑا تھا، وہ سوچ میں گری اسے ہی دیکھ رہی تھی کہ جاذل کے مڑ کے دیکھنے پہ بھی اس کی محویت نہ ٹوٹی تھی جاذل کافی حیران ہوا تھا کہ وہ تو اس کی

طرف دیکھ کر بات نہ کرتی تھی پھر ایکدم اسے شرارت سوجھی تھی۔

''او ہیلو، ایسے کیا دیکھ رہی ہیں، کیا بہت اچھا لگ رہا ہوں۔'' اس نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرا کر کہا تھا تو زونیہ جیسے ایکدم ہوش میں لوٹی تھی پھر مشکوک نظروں سے اسے گھورتے ہوئے باہر نکل گئی۔

جب وہ نیچے پہنچی کافی مہمان آچکے تھے، وہ سارا وقت یہ سوچ کر ہی پریشان ہوتی رہی کہ آیا یہ بات اس کو گھر میں کسی کو بتانی چاہیے یا نہیں لیکن یہ کوئی معمولی بات نہ تھی لاکھوں کا زیور تھا پھر اگر ماما جان کو پتا چل جاتا تو انہوں نے زونیہ کو ہی مود الزام ٹھہرانا تھا کہ اس نے ہی زیور سنبھال کر نہ رکھا ہوگا۔

مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد سب سونے کے لئے اپنے کمروں میں چلے گئے تو وہ اسمارہ بھابھی کے کمرے میں چلی آئی اور جب اس نے زیور والی بات روحیل لالہ اور بھابھی کو بتائی تھی تو ایک لمحے کو وہ دونوں بھی چپ سے رہ گئے تھے گھر میں آج تک کبھی کوئی چوری نہ ہوئی تھی تمام ملازم قابل بھروسہ تھے پھر یہ کام کون کر سکتا تھا وہ دونوں بخوبی جانتے تھے۔

''مجھے پتا تھا کہ ایسا ہی ہوگا، سمجھایا تھا بابا جان کو کہ اس کے اکاؤنٹ میں پیسے ٹرانسفر کروا دیں چلو انہیں بھی مزہ تو آیا، آج گھر میں چوری کی ہے کل کو باہر ڈاکے ڈالے گا پھر خوب نام روشن ہوگا ہمارے بابا جانی کا، شراب پینا، نکے نکے کی عورتوں کو ساتھ لئے پھرنا، یہ سب کچھ تو کر چکا یہ کسر رہتی تھی لو آج وہ بھی پوری ہو گئی۔'' روحیل لالہ مٹھیاں بھینچے گویا پھٹ پڑے تھے، پھر زونیہ کا بازو تھام کر باہر کو لپکے تھے۔

''چلو میرے تھا اور جا کے بتاؤ بابا جان اور ماما کو ان کے بیٹے کے کارنامے۔'' اور پھر تھوڑی دیر بعد جاذل عمر خان بابا جان کی عدالت میں کھڑا تھا۔

''اپنے ہی گھر سے اپنی ہی بیوی کا زیور چوری کرتے ہوئے تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آئی، لیکن شرم ہوتی تو آتی۔'' بابا جان کا دل چاہ رہا تھا کہ اس کو گولی سے اڑا دیں وہ پتہ نہیں کیسے خود پہ کنٹرول رکھے ہوئے تھے اور کنٹرول تو خود پہ جاذل عمر خان بھی بہت رکھے ہوئے تھا اس کا بس نہ چل رہا تھا ورنہ زونیہ کا تو گلا دبا دیتا جس نے اس کے منع کرنے کے باوجود بھی چوڑیوں والی بات بابا جان کو بتا دی تھی، وہ یہی سمجھا تھا کہ چوڑیوں کی بابت کی بات ہو رہی ہے، وہ لب بھینچے اپنے اشتعال کو کنٹرول کرتے زونیہ کو گھور رہا تھا جس پہ بابا جان کو اور غصہ آ گیا تھا۔

''اسے کیوں گھور رہے ہو اس لئے کہ اس نے تمہارے کرتوت سب کو بتا دیے ہیں، پچھتا رہا ہوں میں کہ تمہیں پڑھنے کے لئے باہر کیوں بھیجا فضول میں اپنا اتنا پیسہ ضائع کیا، یہیں کہیں چوروں کے گروہ میں چھوڑ دیتا، جب یہی سب کچھ کرنا تھا تو کم از کم ٹریننگ حاصل کر کے نامی گرامی چور تو بنتے۔'' بابا جان کی بات پہ وہ آگ بگولہ ہو گیا تھا۔

''میں نے کوئی چوری نہیں کی ہے اس کے سامنے لے کر گیا تھا اس نے خود دیا تھا اپنی مرضی سے۔'' اس نے زونیہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو سب کی حیران و بے یقین نگاہیں زونیہ پہ آ ٹکی تھیں، جس پہ ایک پل کو تو چکرا کے رہ گئی تھی کہ زیور اس نے کب دیا تھا اور وہ بھی اپنی مرضی سے، لیکن چپ رہنے کا مطلب سارا الزام اپنے سر لینا تھا۔

''نہیں بابا جان میں نے صرف چوڑیاں دی تھیں، وہ بھی اپنی مرضی سے نہیں یہ زبردستی لے کر گئے تھے، باقی زیور انہوں نے کب چرایا ہے مجھے نہیں معلوم۔'' سب کی نظریں خود پہ جمی پا کر وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی بولی تھی تو جاذل نے نہ سمجھنے والے انداز میں اس کو دیکھا تھا وہ تو یہی سمجھا تھا کہ بابا جان چوڑیوں کے متعلق پوچھ رہے ہیں لیکن یہاں تو معاملہ ہی اور لگ رہا تھا اور سارا الزام اس پہ آ رہا تھا اور الزام بھی کوئی اور نہیں اس کی اپنی بیوی لگا رہی تھی جس پہ وہ انگاروں پہ لوٹ گیا تھا۔

''باقی زیور، باقی زیور کون سا، میں کیوں چراؤں گا تمہارا زیور، تم نے مجھے چور سمجھ رکھا ہے تمہاری جرأت کیسے ہوئی ہے مجھ پہ الزام لگانے کی۔'' وہ بپھرے ہوئے شیر کی مانند اس پہ جھپٹا تھا اگر روحیل لالہ درمیان میں آتے تو وہ شاید اس کا گلا دبا دیتا۔

''اب یہ بات نہ کرو یار ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری۔'' روحیل لالہ کی بات پہ اس نے تو غصے سے لب بھینچ لئے تھے لیکن ماما جان جو پاس کھڑی سب کچھ سن رہی تھیں روحیل لالہ کی بات پہ فوراً بول پڑیں تھیں۔

''لیکن روحیل ضروری تو نہیں ہے کہ زیور جاذل نے ہی چرایا ہے وہ بھلا اتنی گری ہوئی حرکت کیوں کرے گا یہ کام کوئی ملازم بھی تو کر سکتا ہے۔'' ماما جان کے یہ کہنے کی دیر تھی کہ بابا جان کی توپوں کا رخ ان کی طرف ہو گیا تھا۔

''خدا کے لئے بیگم آپ تو چپ ہی رہیں آپ کی بے جا طرف داری نے ہی آج یہ دن دکھایا ہے ہمیں لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے بہت برداشت کر لیا میں نے اس کی حرکتوں کو اب اور نہیں اسے کہیں چلا جائے اس گھر سے میں ہر چیز برداشت کر سکتا ہوں لیکن ایک چور کے لئے میرے گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔'' بابا جان نے چہرے کے سخت تاثرات سمیت کہا تھا تو جاذل عمر خان سامنے کھڑے اپنے باپ کے چہرے کو دیکھے گیا تھا۔

اگرچہ محبت تو وہ اس سے پہلے بھی نہ کرتے تھے لیکن اپنے لئے اتنی نفرت اتنی درشتگی ان کے چہرے پہ اس نے اس سے پہلے نہ دیکھی تھی لیکن وہ انہیں اپنے بے گناہی کا یقین کیسے دلاتا کہ اس پہ الزام کسی اور نے نہیں اس کی اپنی بیوی نے لگایا تھا اس گھر میں رہنے والوں کی رائے اس کے بارے میں پہلے اچھی تو نہ تھی لیکن آج رہتی سہتی کسر بھی پوری ہو گئی تھی اور یہ سب زونیہ علی خان کی وجہ سے ہوا تھا، توہین غصے اور بے بسی کے ملے جلے احساسات سے اس کا چہرہ ہی سرخ نہ ہوا تھا اس کی آنکھیں بھی لہو رنگ ہو گئی تھیں۔

''بہت برا کیا ہے تم نے زونیہ علی خان، بہت برا لیکن میرے ساتھ نہیں اپنے ساتھ اس سب کی تمہیں بہت بڑی سزا بھگتنی پڑے گی اب جو کچھ میں تمہارے ساتھ کروں گا تمہیں شاید اندازہ بھی نہیں ہے۔'' اس نے اپنی سرخ انگارہ آنکھیں زونیہ پہ ٹکاتے ہوئے کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

''جاذل رکو، جاذل میرے بچے میری بات سنو۔'' ماما جان اس کے پیچھے لپکیں تھیں لیکن بابا جان کی آواز پہ ان کے قدم دروازے کے فریم میں ہی جم گئے تھے۔

''بیگم اگر آپ کو اس سے اتنی ہی محبت ہے تو چلی جائیے اس کے ساتھ لیکن یہ طے ہے کہ اب میں اس کو اس گھر میں ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کرونگا۔'' بابا جان نے دو ٹوک الفاظ میں کہا تھا اور وہاں سے اٹھ گئے تھے ان کے جانے کے بعد ماما جان نے ایک قہر بھری نگاہ سامنے صوفے

پہ بیٹھی زونیہ پہ ڈالی تھی۔

''تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ زیور جاذل نے ہی چرایا ہے، شرم آنی چاہیے تھی اپنے ہی شوہر پہ اتنا گھٹیا الزام لگاتے ہوئے۔'' پھر ماما جان تو درشت نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کمرے میں چلی گئیں جبکہ زونیہ کی آنکھیں یہ سوچ کر ڈبڈبا گئیں تھیں کہ اگر وہ نہ بتاتی اور کل کو کسی طرح یہ بات کھل جاتی تو پھر بھی ماما جان نے اس کو ہی مود الزام ٹھہرانا تھا اور اب جب اس نے بتا دیا تا تو تب بھی وہی مجرم تھی، پتا نہیں ماما جان کو اس سے اتنی نفرت کیوں تھی۔

☆☆☆

وہ بیڈ پہ نیم دراز سگریٹ ہونٹوں میں دبائے نجانے کس سوچ میں گم تھا جب سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اس کا موبائل بجنے لگا تھا، اس نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھا لیا، لیکن فون کی سکرین پہ چمکتے ''ماما جان کالنگ'' کے الفاظ دیکھ کر بند کر دیا۔

ایک ہفتہ ہو گیا تھا اسے یاور کے فلیٹ پہ رہتے ہوئے اور اس دوران ماما جان کئی بار فون کر چکیں تھیں لیکن وہ ہر بار ان کا نمبر دیکھتے ہی کال کاٹ دیتا تھا اس بار بھی اس نے ایسا ہی کیا تھا لیکن فون پھر سے بجنے لگا تھا وہ کچھ دیر موبائل کو گھورتا رہا پھر اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

''جی فرمائیں اب کیا کہنا ہے آپ کو اگر کوئی کسر چھوڑ دی ہے آپ کے شوہر نامدار نے تو وہ اب آپ پوری کر دیں۔'' اس نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا۔

''بری بات جاذی ایسے نہیں کہتے، بابا ہیں وہ تمہارے اور ویسے بھی کچھ ہوا اس میں ان کا کیا قصور تم پہ چوری کا الزام تو تمہاری بیوی نے لگایا ہے۔'' ماما جان کی بات وہ لب بھینچ گیا تھا پھر اس نے کچھ بھی سنے بغیر فون بند کر کے بیڈ پہ پھینک دیا، ماما جان کی آخری بات نے اس کے اندر آگ بھڑکا دی تھی۔

''بیوی ہونہہ، اس لڑکی نے اسے سب کے سامنے دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا تھا۔'' وہ اٹھ کر کمرے میں اِدھر سے اُدھر چکر لگا تا خود پہ ضبط کرنے لگا، کچھ دیر وہ چکر لگاتے نجانے کیا سوچتا ہا پھر ایک فیصلے پہ پہنچتے ہوئے اس نے فون اٹھا کر ثنا کا نمبر ملایا تھا، ثنا کے کال ریسو کرتے ہی اس نے جو بات کی تھی اسے سننے کے بعد ثنا کو کتنے ہی پل اپنی سماعتوں پہ یقین نہ آیا تھا، جاذل عمر خان کی بیوی بننے کا خواب تو وہ کب سے دیکھ رہی تھی لیکن اس کا یہ خواب کبھی حقیقت کا روپ دھار لے گا اس بات کا یقین نہ تھا اسے ثنا کو خاموش پا کر وہ پتہ ہیں کیا سمجھا تھا تبھی بولا تھا۔

''ثناء آئی نو کہ تم کیا سوچ رہی ہو، اس لئے میں ایک بات کلیر کر دوں کہ میں تم سے شادی اپنی وائف کو ڈائی ورس دینے کے بعد ہی کروں گا بہرحال پھر بھی تم سوچ لو فیصلہ تمہیں کرنا ہے تمہارے پاس دو دن ہیں دو دن بعد مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دینا، بس تمہاری کال کا انتظار کرونگا۔'' فون بند کرتے ہوئے اسے پورا یقین تھا کہ ثنا کی طرف سے ہاں ہی ہو گئی اور ایسا ہی ہوا تھا پگلی نے اگلے دن ہی فون کر کے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا ثنا اتنی اچھی آسامی کو ہاتھ سے کیسے جانے دے سکتی تھی وہ اگر اپنی بیوی کو طلاق نہ بھی دیتا تب بھی وہ اس سے شادی کر لیتی اور اب تو وہ یہ بھی کر رہا تھا۔

یاور کو پتہ چلا تو گنگ رہ گیا، پھر کافی دیر بعد بولا تھا۔

''نہیں خان تو ٹھیک نہیں کر رہا ہے یار، تجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔''

''اچھا اور جو میرے ساتھ ہو رہا ہے وہ ٹھیک تھا تو بتا اگر تیری بیوی یوں بھرے مجمعے میں تجھ پہ اس طرح گھٹیا الزام لگا کر بے عزت کرتی تو، تو کیا کرتا۔'' یاور کی بات پہ وہ پھٹ پڑا تھا، یاور کچھ پل اس کے غصے کی شدت سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتا رہا پھر اس کے برابر بیٹھتے ہوئے بہت دھیمے لہجے میں بولا تھا۔

''آئی نو خان کہ تمہارے ساتھ بھی اچھا نہیں ہوا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، بھابھی کو تم پہ یوں الزام نہیں لگانا چاہیے تھا لیکن اس میں اتنا قصور ان کا بھی نہیں ہے یار یہ بھی تو سوچو کہ جس طرح کی ہم لوگوں کی سرگرمیاں ہیں ایسے میں ہماری بیویاں ہم کتنا اعتبار کر سکتی ہیں سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ ہمارے ساتھ رہ لیتی ہیں یہ ہی بہت ہے اعتبار، اعتماد تو بہت دور کی بات ہے، میں تو تمہیں یہ ہی مشورہ دوں گا کہ ایسا مت کر۔'' یاور کی آخری بات پہ وہ سلگ کر رہ گیا تھا۔

''تو ایسا کہہ سکتا ہے کیونکہ یہ سب تیرے ساتھ نہیں ہوا ہے۔'' پھر یاور کے بہت منع کرنے پہ بھی اس نے اپنا فیصلہ نہ بدلا تو وہ مجبوراً یاور کو اس کی فیملی کو آگاہ کرنا پڑا تھا، اس نے روحیل لالہ کو فون پہ ساری بات بتا دی تھی اس کی بات پہ روحیل لالہ کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا رات کو ڈنر پہ جب یہ بات انہوں نے بابا جان کو بتائی تھی تو وہ بھی ششدر رہ گئے تھے، زونیہ جو پانی کا جگ لے کر آ رہی تھی ان کی بات پہ جگ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا، آواز پہ سب کی نظر اس کی سمت اٹھی تھی وہ ساکت و صامت روحیل لالہ کو دیکھے جا رہی تھی۔

''زونی!'' اس سے پہلے کہ روحیل لالہ اٹھ کر اس تک پہنچتے وہ جھٹکے سے مڑی تھی اور دوڑتے ہوئے اپنے کمرے میں جا کر بند ہو گئی تھی، روحیل لالہ اور بھابھی کے کئی بار دستک دینے پہ بھی اس نے دروازہ نہ کھولا تھا، بابا جان بھی کھانا کھائے بغیر ٹیبل سے اٹھ گئے تھے، ذوہیب علی خان کی بھوک بھی اڑ چکی تھی۔

''نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے، ایسا کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا میں۔'' وہ ایک جھٹکے سے کرسی پیچھے دھکیلتے ہوئے اٹھ گیا تھا ذوہیب کے اس طرح اٹھ کر جانے پہ ماما جان نے رومیلہ کو اشارہ کیا تھا اور پھر دونوں مسکرا دیں تھیں، گھر کا ہر فرد پریشان تھا سوائے ان دونوں کے وہ دونوں اپنے پلان کے پہلے سٹیپ کے کامیابی سے ہمکنار ہونے پہ بہت خوش تھیں۔

☆☆☆

اگلا پورا دن ذوہیب نے آفس میں یہ سوچتے ہوئے گزارا تھا کہ وہ جاذل کو ایسا کرنے سے کیسے باز رکھے، شام چار بجے وہ ایک فیصلہ کرتا آفس سے نکل آیا تھا تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ یاور کے گھر پہ تھا۔

''جاذل دیکھو کوئی تم سے ملنے آیا ہے۔'' یاور اسے جاذل کے پاس چھوڑ کر کمرے سے نکل گیا تو جاذل نے تیوری چڑھا کر ذوہیب کو دیکھا تھا۔

''مجھ سے یعنی ایک چور سے ملنے کی ضرورت آپ کو کیوں پیش آ گئی مسٹر ذوہیب عمر خان۔'' اس کی بات پہ ذوہیب چپ سا اسے دیکھے گیا تھا اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ بات کہاں سے شروع کرے، ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ جاذل کا موبائل بجنے لگا سکرین پہ جگمگاتے نمبر کو دیکھنے کے بعد اس نے ذوہیب کو دیکھا تھا، ثناء کی کال تھی جاذل کو دیکھتے ہوئے اس نے موبائل کان سے لگا لیا تھا۔

''ثنا میں تم سے تھوڑی دیر میں ملتا ہوں۔'' اپنی بات کہہ کر اس نے فون بند کر کے جیب میں

ڈالا اور ذوہیب سے بولا تھا۔
''بولو بھی کیا بات کرنا ہے، ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔'' ذوہیب نے بہت دھیان سے اس کے چہرے کو دیکھا تھا جس پہ دنیا جہاں کے بے زاری چھائی ہوئی تھی وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ جاذل عمر خان کو سمجھانا یا کسی کام سے باز رکھنا دنیا کے مشکل ترین کاموں میں سے ایک تھا، وہ تو ان لوگوں کی بھی بہت کم سنتا تھا جن کے ساتھ اس کی گاڑھی چھنتی تھی اور ذوہیب کے ساتھ تو اس کے تعلقات کبھی بھی خوشگوار نہ رہے تھے، اگرچہ تعلقات تو اس کے سوائے ماما جان کے باقی سب سے بھی اتنے اچھے نہ تھے لیکن ذوہیب کے ساتھ اس کے تعلقات میں عجیب سی کشیدگی پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے ذوہیب کو آج تک سمجھ نہ آئی تھی، روحیل لالہ سے وہ پھر بھی کبھی خوشگوار موڈ میں بات کر لیا کرتا تھا لیکن ذوہیب سے بات کرتے ہوئے اس کے لہجے کی تلخی بہت واضح ہوتی تھی اور جاذل کے انگلینڈ سے واپس آنے کے بعد ان دونوں کے درمیان سرد مہری کی دھند اور گہری ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے ذوہیب آج تک سمجھنے سے قاصر تھا۔
''یار جلدی کہو جو بھی کہنا ہے مجھے کہیں جانا ہے۔'' ذوہیب کو خاموش پا کر اس نے کس قدر بے زار کن لہجے میں کہا تو اس کے لہجے پہ خاموش کھڑے ذوہیب کو بھی غصہ آ گیا تھا، تبھی تو لفظوں کو چبا چبا کر بولا تھا۔
''ثناء سے ملنے، ہے نا۔''
''ہاں ثنا سے ملنے، تمہیں کوئی اعتراض ہے۔'' ذوہیب نے بہت تاسف سے اس کو دیکھا تھا پھر قدرے دھیمے لہجے میں بولا تھا۔
''ایک بات کہوں لالے، مائنڈ مت کرنا، یہ جو ثنا جیسی لڑکیاں ہوتی ہیں نا ہمارے جیسا فیملی بیک گراؤنڈ رکھنے والے لڑکے ان کے ساتھ دوستی تک تو افورڈ کر سکتے ہیں لیکن ان سے شادی کا مطلب اپنے ہاتھوں سے ذلت کا طوق اپنے گلے ڈالنے والی بات ہوتی ہے۔'' ذوہیب کی بات پہ جاذل کے ہونٹوں پہ طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔
''ذلت کا طوق تو میرے گلے ڈل چکا یار جب کسی شخص کی بیوی اس پہ یوں بھری محفل میں چوری کا الزام لگا کر بے عزت کر کے رکھ دیا تو اس سے زیادہ ذلت کی بات اور کیا ہو گی۔'' بات کرتے کرتے اس کا لہجہ ہی نہیں آنکھیں بھی بھیگ گئی تھیں، آنکھوں کی نمی صاف کرتا وہ ذوہیب کی طرف دیکھے بغیر یاور کے فلیٹ سے نکل گیا تھا۔

☆☆☆

عائشہ کے دو سال بعد جاذل پیدا ہوا تھا اور روحیل سے بھی زیادہ خوبصورت تھا، سرخ و سفید رنگت بڑی بڑی چمکدار آنکھیں ماما جان تو اسے پیار کرتے نہ تھکتیں، سانولی سلونی عائشہ کے پیدائش پہ انہیں جو کمی محسوس ہوئی تھی وہ چاند چہرہ رکھنے والے جاذل عمر خان نے بہت حد تک کم کر دی تھی، بابا جان سے بھی اسے اتنا پیار ملا تھا جو روحیل اور عائشہ کے حصے میں نہ آیا تھا، بابا جان کی تو گویا جان تھی اس میں آفس سے آنے کے بعد وہ اپنا سارا وقت اس کے ساتھ گزارتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ ماما کی نسبت بابا جان سے زیادہ اٹیچ ہو گیا، لیکن بابا جان کا یہ پیار صرف تب تک رہا تھا جب تک ذوہیب عمر خان دنیا میں نہ آیا تھا۔
وہ ساڑھے چار سال کا تھا جب ذوہیب پیدا ہوا تھا ذوہیب کے دنیا میں آتے ہی نہ صرف ماما جان بلکہ بابا جان کی توجہ کا مرکز بھی اب وہی ہوتا تھا چھوٹا ہونے کے باعث ماما جان اس کو زیادہ توجہ دیتیں تو جاذل جس نے ساڑھے چار سال تک اکیلے ماما جان کی محبت و توجہ سمیٹی تھی جل جاتا، آفس سے آنے کے بعد بابا جان جب ننھے ذوہیب کو اٹھا کر اس کا چہرہ چومتے تو پاس کھڑے جاذل عمر خان کا دل کرتا کہ ساری دنیا کو آگ لگا دے یا پھر ذوہیب کو اٹھا کر دور پھینک آئے جس نے اس سے اس کے بابا جان کو چھین لیا تھا، اس کے اندر وحشت اور احساس کمتری نے ڈیرے ڈالنا شروع کر دیے تھے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا احساس کمتری بڑھتا گیا تھا اب وہ جان بوجھ کر ہر وہ کام کرتا تھا جس سے بابا جان کو چڑ ہوتی تھی، سکول کی تعلیم کے بعد بابا جان نے اس کو مزید تعلیم کے لئے انگلینڈ بھیجنا چاہا تو اس نے بہت احتجاج کیا تھا کہ اسے باہر نہیں جانا ہے لیکن بابا جان نے اس کو جھاڑ کے رکھ دیا تھا کہ وہ کوئی ننھا بچہ نہ تھا جو گھر سے دور نہ رہ سکتا تھا پھر اس کے ہر احتجاج کی پرواہ کیے بغیر انہوں نے اسے انگلینڈ بھیج دیا تھا، لیکن جب چند سال بعد ذوہیب نے ہائر سٹڈی کے لئے باہر جانا چاہا تھا تو ماما جان اور بابا جان دونوں نے یہ کہتے ہوئے منع کر دیا تھا کہ وہ اسے خود سے دور نہیں بھیج سکتے تھے، چھوٹا ہونے کی وجہ سے وہ ان دونوں کو بہت لاڈلا تھا، جب اس بات کی خبر جاذل کو ہوئی جس کا آکسفورڈ یونیورسٹی میں فائنل ائیر تھا تو اس کے ذہن پہ چھائے بدگمانی کے بادل (کہ بابا جان ذوہیب سے زیادہ محبت کرتے ہیں) کچھ اور گہرے ہو گئے تھے، اپنے اندر کی وحشتوں کو قرار دینے کے لئے وہ شراب پینے لگا تھا، نائٹ کلبوں میں جانا اس کا معمول بن گیا تھا احسان انکل کے ذریعے جب اس بات کی خبر بابا جان کو ہوئی تو ان کا خون کھول گیا تھا سٹڈی کمپلیٹ ہونے کے بعد جب اس نے واپس آنے سے انکار کرتے ہوئے وہیں اپنے ایک انگریز دوست کے فادر کی فرم میں جاب کر لی تو یہ سن کر ماما جان رونے لگی تھیں پھر انہوں نے فون پہ بہت بار اسے واپس آنے کا کہا تھا، لیکن اس نے تو اپنے دل کو پتھر کر لیا تھا، لیکن پھر روحیل، اشہب اور عائشہ کی شادی کا سن کر وہ پتھر بھی پگھلنے لگا تھا اپنوں کی خوشی میں شریک ہونے کی خواہش اس کے اندر سر اٹھانے لگی تھی تو وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ پاکستان چلا آیا، ماما جان اس کے واپس آنے پہ بہت خوش تھیں لیکن بابا جان کے گلے ملتے ہوئے اسے ان کے انداز میں ایسی کوئی گرمجوشی محسوس نہ ہوئی تھی جیسی کہ ایک باپ کو اتنے سال بعد اپنے بیٹے سے مل کر ہونی چاہیے تھی، وہ اس سے ناراض تھے اس لئے اس کے ساتھ ان کا رویہ قدرے خشک سا ہی تھا ان کے رویے پہ وہ بہت ڈس ہارٹ ہوا تھا مگر گھر میں تین تین شادیاں تھیں سب مصروف تھے کوئی بھی اسے صحیح طرح ٹائم نہ دے پایا تھا جس پہ وہ کافی مایوس ہوا تھا، وہ واپس اپنے خول میں سمٹنے لگا تھا، اشہب لالہ والے حادثے کے بعد بابا جان جب عائشہ کی شادی صارم سے کرنے لگے تو عائشہ کے آنسوؤں پہ اس کا دل کڑھ کر رہ گیا تھا، خود کو بہت روکتے ہوئے بھی وہ بابا جان کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔
''وہ میری بیٹی ہے مسٹر اور میں اسی کے بارے میں ہر طرح کا فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتا ہوں سو پلیز آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔''
بابا جان نے ماتھے پہ شکنیں لئے کچھ اس قدر بیگانگی سے کہا کہ وہ کتنے ہی پل یہ سوچے گا کی تھا کہ کیا واقعی وہ ان کی سگی اولاد تھا کچھ پل وہ ان کا چہرہ دیکھتا رہا پھر گاڑی لے کر گھر سے نکل گیا اس کے بعد وہ مکمل طور پر اپنے خول میں

سمٹ گیا تھا اس نے ایک بار پھر اپنے دل کو پتھر کر لیا تھا سارا سارا دن بے مقصد سڑکوں پہ گاڑی دوڑائے جاتا بابا جان نے روحیل لالہ کے ذریعے اسے کہا تھا کہ وہ آفس جوائن کر لے لیکن اس نے صاف انکار کر دیا تھا یہ کہتے ہوئے کہ اسے ان کے بزنس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بابا جان نے اس کے انکار کا سنا تو غصے سے ان کا خون کھول گیا تھا، لیکن اب وہ کوئی چھوٹا بچہ نہ تھا جسے ڈانٹ ڈپٹ کر وہ اپنی مرضی کا کام کروا سکتے تھے سو جل کڑھ کر چپ کر رہے۔

اسے پاکستان آئے دو سال ہونے والے تھے جب ایک دن اچانک اس کی ملاقات یاور ملک سے ہوئی تھی وہ ایک میوزک سینٹر سے اپنی پسند کی کچھ سی ڈیز خرید کر اپنے ہی دھیان میں گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جب سامنے سے آتے شخص سے ٹکرا گیا تھا، سی ڈیز اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری تھیں جس پہ اس نے شعلہ بار نظروں سے سامنے دیکھتے ہوئے کچھ کہنے کو لب کھولے تھے لیکن سامنے موجود شخصیت کو دیکھ کر اس کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا اگلے لمحے وہ دونوں بازو وا کرتا یاور ملک کے گلے جا لگا تھا یاور اس کا سکول کا فرینڈ تھا جسے اتنے سالوں بعد بھی وہ فوراً پہچان گیا تھا، پھر یاور سے ملنے کے بعد اس کا زیادہ وقت اب یاور کے گھر پہ ہی گزرتا تھا یاور کی ساری فیملی ملتان کے قریب ایک گاؤں میں رہتی تھی وہ اسلام آباد والے گھر میں تنہا ہی ہوتا تھا، یاور ملک سے ملنے کے بعد اس کی آوارہ گردیاں انتہا کو چھو گئیں تھیں اب اس کے دوستوں میں کئی لڑکیاں بھی شامل تھیں جن میں سے بعض کے ساتھ تو وہ دوستی سے آگے کی حد بھی پار کر گیا تھا بابا جان اس کی حرکتوں سے بہت نالاں تھے لیکن وہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ کون سا ان کے کہنے سننے میں تھا کبھی کبھار تنگ آ کر وہ اسے پیسے دینا بند کر دیتے تو وہ ماما جان سے لے لیتا تھا گھر میں ماما جان وہ واحد ہستی تھیں جن سے وہ پھر بھی کوئی بات کر لیا کرتا تھا ورنہ باقی سب سے ہم کلام ہوئے تو اسے ہفتوں گزر جاتے، وہ صبح گھر سے نکلتا تو واپسی آدھی رات کے بعد ہوتی تھی اس رات بھی وہ کافی لیٹ آیا تھا وہ سیڑھیاں چڑھ رہا تھا جب زونیہ جو اپنے ہی دھیان میں تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی جاذل کو دیکھ کر وہ ایک سائیڈ پہ ہونے لگی تھی کہ اس کا پاؤں مڑا اور اگلے ہی پل وہ جاذل عمر خان کے بازوؤں میں تھی، جاذل بھی اس حملے کے لئے قطعی تیار نہ تھا زونیہ کو ایک بازو کے حصار میں لیتے ہوئے وہ دوسرے ہاتھ سے سیڑھیوں کی ریلنگ نہ تھامتا تو یقیناً دونوں نیچے آ رہتے، کچھ حواس بحال ہوئے تو زونیہ نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تھا لیکن جب اس کی خوفزدہ نگاہیں جاذل عمر خان کی نگاہوں سے ٹکرائیں تھیں تو وہ تڑپ کر اس کے بازو کے حصار سے نکلی تھی اور اگلے ہی پل تیزی سے سیڑھیاں اترتی اپنے کمرے میں بند ہو چکی تھی اس بات سے بے خبر کہ وہ وہاں سیڑھیوں پہ کھڑے جاذل عمر خان کے دل کا چین وسکون بھی اپنے ساتھ سمیٹ لائی تھی اس ساری رات وہ نہ سویا تھا جب بھی آنکھیں بند تو دو سبز کانچ سی خوفزدہ آنکھیں دھیان کے پردے پہ آ ٹھہرتی تھیں پھر سر جھٹک کر وہ سونے کی کوشش کرنے لگتا، اس کا خیال تھا کہ یہ ایک وقتی کیفیت تھی لیکن آنے والے دنوں نے اس پہ انکشاف کیا تھا کہ وہ وقتی کیفیت نہ تھی ہر جگہ ہر پل وہ آنکھیں وہ چہرہ اس کے ساتھ رہتا تھا ہر لڑکی کے چہرے پہ اسے اسی چہرے کا گمان ہوتا تو وہ جھنجھلا جاتا، وہ بہت سی لڑکیوں سے ملا تھا

لیکن اس طرح کی کیفیت پہلے تو کبھی نہیں ہوئی تھی وہ چہرہ وہ آنکھیں اس کے حواس پہ کچھ اس طرح چھائیں تھیں اب اسے کسی اور چہرے میں کشش ہی محسوس نہ ہوتی تھی اور پھر یہ ان آنکھوں اور ان آنکھوں کے مالک چہرے کا کمال ہی تھا کہ وہ ناشتے کھانے کی ٹیبل پہ پایا جاتا تھا اس تبدیلی پہ جہاں سب حیران تھے وہی خوش بھی تھے کہ چلو اب وہ گھر پہ ٹکنے تو لگا تھا، لیکن جاذل عمر خان جس چہرے کو دیکھنے کے لئے وہاں موجود ہوتا تھا اس چہرے کی مالک ہستی نے کبھی نگاہ اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھا تھا یاور اب اسے چھیڑنے لگا تھا۔

''یار خان خیریت تو ہے نا، آج کل میرے یار کا دل گھر پہ بڑا لگنے لگا ہے۔'' تو وہ یاور کی بات پہ مسکرا دیتا تھا۔

وہ کچھ وقت گھر پہ گزارنے لگا تو اس پہ انکشاف ہوا تھا کہ زونیہ علی خان کی زندگی میں ذوہیب عمر خان بہت خاص مقام رکھتا تھا اور اس انکشاف کے ساتھ ہی اس کے اندر ذوہیب کے لئے نفرت کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

جاذل پورچ میں کھڑا گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا جب زونیہ دور سے ہی آواز دیتی چلی آئی تھی۔

''ذیبی لالہ ایک منٹ رکیں، کہاں جا رہے ہیں آپ؟'' اس کی آواز پہ جاذل جھٹکے سے مڑا تھا تو اسے دیکھ کر زونیہ کے قدم اس سے چند قدم کے فاصلے پہ ہی تھم گئے تھے، اسے کچھ بکس منگوانی تھیں اس نے جاذل کو ذوہیب سمجھ کر آواز دی تھی۔

''سوری میں نے سمجھا ذوہیب لالہ ہیں۔'' وہ قدرے شرمندہ ہو کر واپس پلٹنے لگی تھی لیکن جاذل کی آواز پہ اسے رکنا پڑا تھا۔

''اگر کہیں جانا ہے تو میں چھوڑ دیتا ہوں۔'' اس نے اس کے خوبصورت چہرے کو نظروں کی گرفت میں لے کر کہا تھا۔

''نن...... نہیں لالہ آپ جائیں، وہ مجھے بس کچھ بکس منگوانا تھیں میں ذیبی لالہ سے کہہ دوں گی وہ لے آئیں گے۔'' بات مکمل کر کے وہ وہاں رکی نہ تھی، تیزی سے پلٹتے ہوئے اندر چلی گئی پتہ نہیں کیا بات تھی کہ اپنے اس کزن کے سامنے آتے ہی اس کی بولتی کیوں بند ہو جاتی تھی، گھر سے باہر جاذل کی سرگرمیوں کے بارے میں اس نے بہت کچھ سن رکھا تھا اور شاید یہ ان باتوں کا ہی اثر تھا جاذل کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں جو اب اکثر سرخ ہی رہتی تھیں ان سے زونیہ کو اس قدر خوف محسوس ہوتا تھا کہ سامنا ہونے پہ بھی وہ اس کے چہرے کی سمت دیکھنے سے گریز برتتی تھی، چونکہ اب وہ زیادہ وقت گھر پہ ہی گزارتا تھا تو یہ بات اس سے چھپی نہ رہی تھی اور اس کی وجہ بھی وہ اب بہت اچھی طرح جان گیا تھا، تبھی تو زونیہ کے چلے جانے کے بعد بھی کتنی دیر وہاں کھڑا جلتا رہا تھا، پھر یہ جاننے کے بعد کہ وہ زونیہ علی خان کی زندگی میں اس کے دل میں وہ جگہ کبھی حاصل نہیں کر سکتا جو ذوہیب عمر خان کی تھی وہ واپس اپنی دنیا میں لوٹ گیا تھا ایک بار پھر اس کی گاڑی کا رخ گھر کی طرف آدھی رات کے بعد ہی ہونے لگا اب بھی کبھی کبھی وہ سبز کانچ سی آنکھیں اس کے دل کی دنیا میں تباہی مچانے لگتی تھیں دل کئی بار ان آنکھوں کے مالک چہرے کو دیکھنے کے لئے بے قرار ہونے لگتا تھا لیکن وہ سختی سے دل کی اس خواہش کا گلا گھونٹ کر اس چہرے کو بھولنے کی کوشش کرنے لگتا پھر انہی دنوں اسے ثنا زبیری ملی تھی جس کے والدین اس کے بچپن

میں ہی وفات پا چکے تھے وہ راولپنڈی میں اپنی بہن بہنوئی کے ساتھ رہتی تھی، وہ ایک ماڈل گرل تھی لیکن ماڈلنگ کی دنیا میں اس کو اتنی پذیرائی نہ ملی تھی جس سے مایوس ہو کر اس نے امیر لڑکوں سے دوستی کرنے ان کی راتیں رنگین کرکے پیسہ بٹورنے کا دھندا شروع کر دیا، جاذل عمر خان ان دنوں اتنا بکھرا ہوا تھا کہ ثنا زبیری کو اس سے مراسم بنانے کے لئے زیادہ تگ و دو نہ کرنی پڑی تھی ثناء سے ملنے کے بعد جاذل عمر خان کا دل کسی حد تک بہل گیا تھا، بظاہر یوں لگتا تھا کہ وہ زونیہ کو بھول چکا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہ تھا، گھر میں صرف ماما جان تھیں جن سے وہ پھر بھی بات کر لیا کرتا تھا اور وہ بھی تب جب اسے پیسوں کی ضرورت ہوتی تھی پھر اس سوچ نے اسے سب سے مزید دور کر دیا تھا اور جب اس نے اپنے دل کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دی تھی کہ زونیہ علی خان کی محبت اس کے نصیب میں نہیں ہے تو ایک دن وہی زونیہ علی خان اس کے نصیب میں لکھ دی گئی، اس نے کتنا احتجاج کیا تھا کہ اسے زونیہ سے شادی نہیں کرنا وہ ایک ایسی لڑکی سے شادی کیسے کر سکتا تھا جو اس سے محبت نہیں کرتی تھی، جس کے دل میں ذوہیب عمر خان بستا تھا، لیکن بابا جان نے اس کے کسی احتجاج کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس کی شادی زونیہ سے کر دی تھی، بابا جان کے عاق کرنے کی دھمکی پہ بے بس ہو کر اس نے زونیہ سے شادی کر لی تھی لیکن ولیمے والے دن جب اس نے سٹیج پہ اپنے برابر بیٹھی زونیہ کو آنسو بہاتے دیکھا تھا تو اس کے دل و دماغ پہ ایک وحشت سی چھانے لگی تھی جب وہ یہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی تو انکار کر دیتی اس چیز پہ اسے اتنا غصہ تھا کہ اس کا رویہ زونیہ کے ساتھ بہت خراب ہوتا تھا، وہ نہ تو اس سے بات کرتا تھا نہ ہی اسے اپنا کوئی کام کرنے دیتا تھا وہ جب بھی اسے دیکھتا تو اس کے دل و دماغ پہ بس ایک ہی بات غلبہ پانے لگتی کہ اگر ذوہیب کی شادی رومیلہ سے نہ ہوتی تو کیا زونیہ اس سے شادی کے لئے ہامی بھرتی اور وہ اپنے اس سوال کا جواب بہت اچھی طرح جانتا تھا، تبھی تو اس کی صورت دیکھتے ساتھ ہی غصہ اس کے اندر سے سر اٹھانے لگتا تھا، بابا جان زونیہ کے ساتھ اس کا رویہ دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتے رہتے تھے۔

اب انہیں کیا پتہ تھا کہ بظاہر زونیہ کے ساتھ بہت سخت رویہ رکھنے اور اس کی صورت سے بھی بے زار دکھائی دینے والے جاذل عمر خان کے دل کی دنیا میں اگر کسی کا بسیرا تھا تو صرف زونیہ علی خان کا وہ اب بھی اس سے بہت محبت کرتا تھا، مگر جب اس نے بھری محفل میں اس پہ چوری کا الزام لگایا تھا تو وہ یہ سب اس کے لئے نا قابل برداشت تھا، وہ یہ تو برداشت کر گیا تھا کہ وہ اس سے نہیں ذوہیب سے محبت کرتی ہے، وہ یہ بھی سہہ گیا تھا کہ اس نے اس سے شادی صرف اس وجہ سے کی کہ ذوہیب کی شادی رومیلہ سے ہو رہی تھی تو اس گھر میں، شابی لالہ کے قریب رہنے کے لئے اس نے جاذل کا ساتھ قبول کیا تھا، وہ تو اس بات کو بھی برداشت کر گیا تھا جب ولیمے کے فنکشن میں وہ اس کے پہلو میں بیٹھی ذوہیب عمر خان کے لئے آنسو بہا رہی تھی حالانکہ اس وقت اس کا شدت سے جی چاہا تھا کہ وہ اپنے برابر بیٹھی لڑکی کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دے جو اپنے شوہر کے برابر بیٹھ کر کسی اور کے لئے رو رہی تھی، لیکن وہ پھر بھی خود پہ ضبط کر گیا تھا مگر اب کی بار یہ سب اس کے لئے نا قابل برداشت تھا اس لڑکی نے بھرے مجمعے میں اس پہ چوری کا الزام عائد کرکے اس کو دو کوڑی کا کر چھوڑا تھا اس پہ اتنا گھٹیا الزام لگاتے ہوئے اس نے ایک لمحے کو بھی نہ سوچا تھا تو پھر اب وہ کیوں اس کے لئے سوچتا اس سے علیحدگی کا فیصلہ کرتے ہوئے اس نے اپنے دل کو (جس میں آج بھی زونیہ علی خان بستی تھی) کئی جواز دے کر مطمئن کیا تھا، حالانکہ یہ صرف وہی جانتا تھا کہ اس کا دل کتنا مطمئن ہوا تھا۔

☆☆☆

جاذل سے ملنے کے بعد ذوہیب عمر خان کی پریشانی اور بڑھ گئی تھی اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ جاذل کو اس کے فیصلے سے کیسے باز رکھے، اسے کیسے سمجھائے کہ جو کچھ وہ کرنے جا رہا ہے وہ صحیح نہیں ہے، وہ زونیہ کا سوچتا تو اس کا دل درد سے پھٹنے لگتا تھا ایک زیادتی اس کے ساتھ وہ خود کر چکا تھا (اسے اپنی محبت کے خواب دیکھا کر) اور اب ایک زیادتی اس کا بھائی کرنے چلا تھا اسے طلاق دے کر، ذوہیب جانتا تھا کہ وہ نازک سے دل والی لڑکی طلاق کی ذلت کو نہیں سہہ پائے گی یہی سب سوچتے وہ دیر تک سڑکوں پہ یونہی بے مقصد گاڑی دوڑتا رہا گھر اس کی واپسی کافی لیٹ ہوئی تھی۔

"صاحب جی کھانا لگاؤں۔" تاجی نے اس کو دیکھ کر پوچھا تھا لیکن وہ نفی میں سر ہلاتا تھکے تھکے قدموں سے سیڑھیاں چڑھتا اوپر آ گیا اپنے کمرے کا دروازہ کھولنے کے لئے اس نے ہینڈل پہ ہاتھ رکھا ہی تھا کہ اندر سے آتی ماما جان کی آواز پہ اس کا ہاتھ وہیں ساکت ہوا تھا۔

"لو روی ڈیئر تمہاری خالہ جانی نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، بھر دیئے نا اس کی آنکھوں میں آنسو جو تمہیں رلاتی تھی جاؤ جا کے دیکھو کمرے میں بیٹھی کس طرح آنسو بہا رہی ہے بے چاری کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہے کہ زیور ہم نے چرایا تھا اور ابھی آگے دیکھنا میں اس کے ساتھ کرتی کیا ہوں بس جاذل کو اسے طلاق دینے دو تو عدت پوری ہوتے ہی دیکھنا میں اس کو کیسے اس گھر سے رخصت کرتی ہوں، پھر نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔" ماما جان کے ایک ایک لفظ میں زونیہ کے لئے نفرت ہی نفرت تھی۔

"وہ تو ٹھیک ہے خالہ جانی لیکن یہ بھی تو سوچیں کہ اس کو رخصت کرنا کس کے ساتھ ہے طلاق کے بعد تو اس کی اس گھر میں موجودگی ہمارے لئے اور بڑا رسک ہو گی کیونکہ اس کی معصوم صورت کو دیکھ کر ذوہیب کے دل میں اس کی محبت اور بھڑکے گی اس لئے میں تو کہتی ہوں کہ اس کے لئے لڑکا ابھی سے دیکھنا شروع کر دیں تاکہ طلاق کے بعد جیسے ہی اس کی عدت پوری ہو اس کو اس کے ساتھ چلتا کریں اس گھر سے۔" رومیلہ کے لہجے میں ماما جان سے بھی زیادہ زہر بھرا تھا اس کا بس چلتا تو ابھی جا کر زونیہ کو گھر سے نکال دیتی۔

"ارے میری جان فکر نہیں کرو سب سوچ رکھا ہے، سب بندوبست کر رکھا ہے وہ جو میری فرینڈ ہے مسز ملک انہوں نے ایک بار پہلے بھی مانگا تھا زونیہ کا رشتہ اپنے بھائی کے لئے لیکن تب تمہارے بابا جان نہیں مانے تھے کہتے تھے کہ گھر کی بچی ہے گھر میں ہی رکھیں گے، پھر انہیں یہ بھی اعتراض تھا کہ لڑکا رنڈوا اور تین عدد بچوں کا باپ ہے لیکن اب تو ان کا یہ اعتراض بھی ختم ہو چکا ہے کیونکہ اب تو ان کی بچی بھی کنواری نہیں رہی ہے۔" ماما جان نے بچی پہ خاصا زور دے کر کہا تھا پھر دونوں ہنس دیں تھیں اندر وہ دونوں ہنس رہی تھیں لیکن باہر کھڑا ذوہیب عمر خان گویا ساکت ہو گیا، اسے یقین ہی نہ آ رہا تھا کہ اس کی ماں اس حد تک بھی گر سکتی ہے، پھر ایکدم اسے پتہ نہیں کیا

ہوا تھا کہ وہ جھٹکے سے دروازہ دھکیلتا اندر داخل ہوا تھا اسے دیکھ کر ماما جان اور رومیلہ دونوں کے رنگ اڑ گئے تھے کیونکہ اس کی لہو رنگ آنکھیں اس بات کا پتہ دے رہی تھیں کہ وہ سب کچھ سن چکا تھا، وہ ایک ایک قدم اٹھاتا ماما جان کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔

''میری ایک بات یاد رکھیے گا ماما جان کہ اگر زونیہ کو طلاق ہوئی تو پھر اس گھر میں ایک طلاق اور بھی ہوگی میری اور رومیلہ کی طلاق، اس کے لئے بھی لڑکا دیکھ رکھیے گا اور ہاں ماما جان بابا جان کی آنکھوں پہ بندھی اعتماد کی وہ پٹی جو آپ نے کبھی اترنے ہی نہیں دی اب وہ میں اتاروں گا اس لئے اپنے لئے بھی کوئی ٹھکانہ ڈھونڈھ رکھیے گا، اگر بابا کو پتہ چل گیا کہ ان کی یتیم بھتیجی کے ساتھ آپ نے کیا گیم کھیلا ہے تو سوچیں کیا ہو گا۔'' نفرت سے کہتا وہ رومیلہ کی طرف مڑا تھا پھر اس کو بالوں سے پکڑ اکر دروازے کی طرف بڑھا تھا رومیلہ کی تو چیخ نکل گئی تھی ماما جان تڑپ کر فوراً آگے بڑھی تھیں لیکن ذوہیب نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روک دیا تھا۔

''نہیں ماما جان آگے مت آیئے گا، ورنہ میں اس کے ساتھ ساتھ خود کو بھی ختم کر لونگا۔'' اس کے لہجے میں شیروں سی دھاڑ تھی ماما جان کے قدم وہیں تھم گئے تھے ماما جان نے سوچا بھی نہ تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے وہ تو اپنی خوشی میں مگن رومیلہ کو اگلے پروگرام کا بتا رہی تھیں انہیں کیا پتا تھا وہ سن لے گا، پھر وہ رومیلہ کو اسی طرح بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر لے گیا رومیلہ کی چیخیں سن کر زونیہ نے تیزی سے اٹھ کر دروازہ کھولا تھا لیکن باہر جو منظر اسے دیکھنے کو ملا تھا اس نے ایک پل کو اس کے ہوش اڑا دیئے تھے ذوہیب رومیلہ کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا وہ تقریباً دوڑتے ہوئے اس تک پہنچی تھی۔

''ذہبی لالہ پلیز، چھوڑیں اسے کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا۔'' ذوہیب سے بات کرتے ہوئے اس نے رومیلہ کے بال ذوہیب کی مٹھی سے آزاد کرانا چاہے تھے ذوہیب نے ایک پل کو رک کر اسے دیکھا تھا لیکن دوسرے ہی پل اسے ایک طرف دھکیلتا رومیلہ کو لئے آگے بڑھا تھا وہ اسے اسی طرح گھسیٹتا سیڑھیوں سے نیچے لایا تھا رومیلہ کی چیخوں پہ روحیل لالہ اور بھابھی کے ساتھ ساتھ بابا جان بھی اپنے کمرے سے نکل آئے تھے لیکن سامنے کا منظر دیکھ کر وہ لوگ بھی چکرا کر رہ گئے تھے۔

''ذوہیب پاگل ہو گئے ہو چھوڑو اسے۔'' روحیل لالہ تیزی سے آگے بڑھے تھے۔

''نہیں لالہ نہیں، مجھے روکیے مت، مجھے جانے دیں ورنہ بہت دیر ہو جائے گی پلیز ہٹیں سامنے سے میں واپس آ کر آپ کو سب بتاؤں گا لیکن پلیز اس وقت مت روکیں۔'' وہ لالہ کو بھی ایک طرف ہٹاتا رومیلہ کو لئے پورچ تک آیا تھا گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر رومیلہ کو اندر دھکیلا اور خود دوسری طرف سے آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی دس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ رومیلہ کو لئے جاذل عمر خان کے سامنے تھا رومیلہ کو جاذل کے قدموں میں دھکا دے کر وہ دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔

''بتاؤ انہیں وہ سب جو تم لوگوں نے کیا اور وہ بھی جو ابھی کرنا تھا بتاؤ انہیں کہ زیور کس نے چرایا تھا اور کیوں، بولو رومیلہ ورنہ میں اپنی زبان سے طلاق کے تین الفاظ بولنے میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی نہیں کرونگا اور تم جانتی ہو کہ ایسا کرنے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا، تمہاری خالہ جانی بھی نہیں۔'' جاذل حیران سا کبھی ذوہیب کو اور کبھی اپنے قدموں میں گری رومیلہ کو دیکھے جا رہا تھا، ذوہیب کی بات پہ رومیلہ تڑپ کر سیدھی ہوئی تھی اور ذوہیب کی طرف مڑ کر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

''نن...... نہیں...... ذوہیب...... میں سب کچھ بتاتی ہوں خدا کے لئے مجھے طلاق مت دینا۔'' ذوہیب سے کہتے ہوئے وہ تیزی سے جاذل کی طرف مڑی تھی اور پھر اسے وہ سب بتاتی چلی گئی جو کچھ ماما جان اور اس نے کیا تھا اور جو آگے سوچا تھا، رومیلہ تو سب بتا کر وہیں زمین پہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر رونے لگی تھی جبکہ جاذل عمر خان اس کے منہ سے یہ سب سننے کے بعد گویا پتھر کا ہو گیا تھا اسے یقین ہی نہ آ رہا تھا اگر رومیلہ اپنے منہ سے یہ سب نہ بتاتی تو وہ کبھی یقین نہ کرتا کہ اس کی ماما جان اس کے ساتھ یوں بھی کر سکتی ہیں زونیہ علی خان کی نفرت میں وہ اپنے سگے بیٹے کے گھر کو آگ لگا دیں گی یہ اسے معلوم نہ تھا تبھی تو اب پتھر بنا کھڑا تھا، ذوہیب نے اس کے ساکت وجود کو ایک لمحے کو دیکھا تھا پھر آگے بڑھ کر اسے کندھوں سے تھامتے ہوئے بولا تھا۔

''دیکھو لالے اب تو سب حقیقت تیرے سامنے آ چکی ہے یار، اب تو تو جان ہی گیا ہے کہ تم پہ جو الزام زونیہ نے لگایا اس کا اہتمام ماما جان اور رومیلہ نے کیا تھا، اس میں زونی کا تو کوئی قصور نہیں ہے یار اس لئے پلیز اسے اتنی بڑی سزا دینے سے پہلے سوچنا ضرور۔'' پھر ذوہیب تو رومیلہ کو لیے وہاں سے چلا گیا جب وہ واپس گھر پہنچے تھے تو بابا جان، روحیل لالہ بھابھی، زونیہ سب لاؤنج میں بیٹھے ان کا ہی انتظار کر رہے تھے سوائے ماما جان کے ماما جان تو ان کے گھر سے جاتے ہی کمرے میں بند ہو چکی تھیں ذوہیب کو دیکھ کر بابا جان تیزی سے آگے بڑھے تھے۔

''ذوہیب میری جان، یہ سب کیا ہے کہاں گئے تھے تم اتنی رات کو۔'' بابا جان کی بات پہ اس نے ایک قہر بھری نگاہ رومیلہ پہ ڈالی تھی جو کچھ فاصلے پہ کھڑی آنسو بہا رہی تھی ذوہیب کے دیکھنے پہ وہ روتے روتے دوڑ کر اوپر کمرے میں چلی گئی اس کے جانے کے بعد جب ذوہیب نے ساری بات بتائی تو ایک لمحے کو سب شاکڈ رہ گئے تھے، بابا جان، لالہ، بھابھی اور زونیہ بھی، وہ یہ تو جانتی تھی کہ ماما جان اس کو پسند نہیں کرتیں لیکن وہ اس سے اس حد تک نفرت کرتی ہیں کہ اس نفرت کی لپیٹ میں اپنے سگے بیٹے کو گھسیٹ لیں گی یہ وہ نہ جانتی تھی، ایک بار پھر آنسو لڑیوں کی صورت اس کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔

☆☆☆

ذوہیب کے جانے کے بعد بھی وہ کتنی دیر تک وہیں کھڑا رہا تھا اسے یقین ہی نہ آ رہا تھا کہ اس کی ماں اس کے ساتھ ایسا بھی کر سکتی ہے وہ ماں جو اس کے خیال اس سے سب سے زیادہ محبت کرتی تھی اسے پورا یقین تھا کہ کوئی اور اسے چاہے یا نہ چاہے اس کی ماں اس سے محبت کرتی ہے لیکن آج اس کا سارا یقین ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گیا تھا کچھ اس طرح کہ ساتھ جاذل عمر خان کی ہستی بھی ٹوٹ کر بکھر رہی تھی، یاور جب کمرے میں آیا تو اس کے چہرے کی سفید پڑتی رنگت کو دیکھ کر اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

''جاذل کیا بات ہے یار سب ٹھیک تو ہے نا۔'' یاور کی بات پہ اس نے نئے کو یاور کی طرف دیکھا تھا وہ اسے کیسے بتاتا کہ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اس کی ماں نے کروایا تھا، وہ گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل آیا تھا، یاور اسے آوازیں دیتا رہا لیکن اس نے اس کی ایک نہ سنی تھی اور

گاڑی گیٹ سے باہر نکال لے گیا، کتنی دیر تک وہ اپنی سوچوں میں مگن شہر کی سڑکوں پہ گاڑی دوڑاتا رہا اس کی آنکھیں بار بار دھندلا رہی تھی لیکن وہ اپنے آنسوؤں کو سختی سے پیچھے دھکیل دیتا اس نے اپنی آنکھوں کو سختی سے میچ کر آنسوؤں کو پیچھے دھکیلا تھا لیکن آنکھیں پھر سے دھندلانے لگی تھیں کہ وہ سامنے سے آئی تیز رفتار وین کو بھی دیکھ سکا اور اگلے لمحے اس کی گاڑی وین سے ٹکرا گئی تھی، ہاسپٹل سے اس کے ایکسیڈنٹ کی خبر ملتے ہی روحیل لالہ، ذوہیب اور بابا جان فوراً ہاسپٹل چلے گئے تھے، ہاسپٹل میں اس کے مشینوں میں جکڑے لہولہان وجود کو دیکھ کر بابا جان اپنا ضبط کھو بیٹھے تھے وہ روحیل کے گلے لگ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے تھے، وہ اس سے جتنا بھی ناراض رہتے تھے اس کی حرکتوں سے نالاں اس سے مہینوں بات نہ کرتے تھے لیکن اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ اس سے بہت محبت کرتے تھے، اسے یوں بے ہوش دیکھ کر ان کا دل درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

''روحیل اگر میرے بیٹے کو کچھ بھی ہوا نا تو میں اس عورت کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔''

روحیل سے کہتے وہ ایک بار پھر رو دیئے تھے اور رو تو گھر میں ماما جان بھی بہت رہی تھیں جاذل کے ایکسیڈنٹ کی خبر نے ان کے پورے وجود کو اندر تک ہلا دیا تھا، بھانجی کی محبت میں اندھا ہو کر انہوں نے اپنے سب سے لاڈلے بیٹے کے ساتھ کیا کروایا تھا اس کا احساس انہیں اب جا کر ہوا تھا وہ کمرے میں ادھر سے ادھر چکراتے اس کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھیں اور دعائیں تو زونیہ علی خان بھی مانگ رہی تھی اپنے کمرے میں جائے نماز پہ سجدے میں پڑی وہ اپنے رب سے اس شخص کی زندگی کی سلامتی کی دعا مانگ رہی تھی جس نے آج تک پیار کی نظر، پیار کا ایک بول نہ اس کی جھولی میں ڈالا تھا جس کے لہجے میں ہمیشہ زونیہ کے لئے نفرت ہی نفرت ہوتی تھی لیکن وہ پھر بھی اپنے رب سے گڑگڑا کر اس کے لئے دعا مانگ رہی تھی وہ شخص اس کے لئے کیا اہمیت رکھتا تھا اس کا احساس تو اسے یہ سن کر ہی ہو گیا تھا کہ وہ اس کو چھوڑ کر کسی اور سے شادی کر رہا ہے یہ خبر سن کر ہی اس کی آنکھوں سے آنسو خشک نہ ہو رہے تھے کجا کہ وہ اب دنیا چھوڑنے جا رہا تھا اس پہ ابھی ابھی انکشاف ہوا تھا کہ ذوہیب عمر خان کے نہ ملنے پہ تو وہ پھر بھی زندہ تھی لیکن جاذل کو کھو کر وہ شاید ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ پائے گی پھر خدا کو شاید اس کی دعاؤں اس کی التجاؤں پہ ہی ترس آ گیا تھا کہ وہ موت کے منہ سے جا کر واپس لوٹ آیا تھا وہ اس وقت بھی جائے نماز پہ بیٹھی اس کی زندگی کی دعا مانگ رہی تھی جب اسمارہ بھابھی دوڑتے ہوئے اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

''زونی جاذل کو ہوش آ گیا ہے ابھی ابھی تمہارے لالہ کا فون آیا ہے ڈاکٹر نے کہا ہے وہ اب خطرے سے باہر ہے۔'' بھابھی کی بات سن کر وہ ان کے گلے سے لگ کر رو رہی تھی لیکن اب کی بار اس کی آنکھوں میں آئے آنسو خوشی کے آنسو تھے۔

☆☆☆

ایک ہفتے کے بعد اسے ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا اس کی ٹانگ پہ ابھی تک پلستر چڑھا ہوا تھا جس کی وجہ سے اسے چلنے میں دقت ہوتی تھی وہ سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتا تھا تو ماما جان نے اس کے لئے نیچے اپنے کمرے کے ساتھ والا کمرہ کھلوا دیا تھا ماما جان نے خدا کا لاکھ شکر کیا تھا کہ اس کی جان بچ گئی تھی اگر اسے کچھ

ہو جاتا تو بابا جان تو شاید انہیں معاف کر دیتے لیکن وہ خود اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کر تیں، وہ ایک بار بھی اسے ہاسپٹل دیکھنے نہ گئیں تھیں لیکن اب جب وہ گھر آیا تھا تو انہوں نے روتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

''ماما جان خدا کے لئے اس طرح مجھے گنہگار مت کریں، آپ مجھے بہت عزیز ہیں اور میں کبھی میں آپ سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتا اور ویسے بھی جو ہوا ایک طرح سے ٹھیک ہی ہوا کم از کم اب مجھے یہ تو پتہ چل گیا کہ میں کسی کو کتنا عزیز ہوں۔'' اس نے آنکھوں میں آئی نمی صاف کر کے ماما جان سے کہا تھا اور پھر اپنے دائیں طرف بیٹھے بابا جان کو دیکھ کر مسکرا دیا تھا اس حادثے نے اسے بابا جان سے کافی قریب کر دیا تھا، پتہ نہیں کیوں کوشش کے باوجود وہ اپنا رویہ ماما جان کے ساتھ صحیح نہیں رکھ پایا تھا، ماما جان سے اس کا اعتبار اٹھ چکا تھا، اس نے کہنے کو تو ماما جان سے کہہ دیا تھا کہ وہ ان سے ناراض نہیں ہے لیکن حقیقت اس سے مختلف تھی، وہ انہیں دل سے معاف نہیں کر پا رہا تھا رومیلہ پہ اسے اتنا افسوس نہ تھا کہ وہ تو صرف کزن اور بھابھی تھی سامنے بیٹھی عورت نے تو اسے جنم دیا تھا۔

ماما جان کے علاوہ اگر کسی کے ساتھ اب اس کا رویہ خراب تھا تو وہ زونیہ علی خان تھی جسے سامنے دیکھ کر اس کے چہرے کے تاثرات اب بھی انتہائی سخت ہو جاتے تھے وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز ہی برتتا تھا جسے کسی اور نے تو پتہ نہیں نوٹ کیا تھا یا نہیں مگر زونیہ نے بہت اچھی طرح نوٹ کر لیا تھا تبھی وہ اس کے سامنے کم ہی جاتی تھی جس دن وہ بالکل صحیح بغیر کسی سہارے کے چلنے لگا تھا اس دن بابا جان نے نہ صرف غریبوں میں پیسے بانٹے تھے بلکہ مٹھائی بھی تقسیم کی تھی، بابا جان بہت خوش تھے لیکن اس وقت ان کی یہ خوشی ماند پڑ گئی تھی جب اس نے بابا جان سے ایک نئی فرمائش کی تھی جسے سن کر وہ ایک لمحے کو چپ سے رہ گئے تھے، وہ پشاور والی آبائی حویلی میں شفٹ ہونا چاہتا تھا بابا جان کچھ پل اسے دیکھتے رہے پھر یہ سوچ کر اسے اجازت دے دی تھی کہ اس کا یہ فیصلہ ہر لحاظ سے اچھا تھا اس کے اور زونیہ کے لئے بھی اور ذوہیب اور رومیلہ کے حق میں بھی۔

بابا جان نہیں چاہتے تھے کہ ان کے بیٹے جو ایک عرصے بعد ایک دوسرے کے قریب آئے تھے پھر کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے دور ہو جائیں اور اب تو انہیں بیوی پہ بھی اعتبار نہ رہا تھا، تبھی تو انہوں نے اپنے دل پہ پتھر رکھ کر اسے حویلی شفٹ ہونے کی اجازت دے دی تھی لیکن جب انہیں یہ پتا چلا کہ وہ زونیہ کو نہیں لے کر جانا چاہتا ہے تو بابا جان چند ثانیے اس کی شکل دیکھ کر رہ گئے تھے۔

''بابا جان پلیز میں کچھ عرصہ تنہا رہنا چاہتا ہوں، آئی پرامس میں اس کو بعد میں لے جاؤں گا بٹ ابھی نہیں۔'' اس کی بات سن کر بابا جان نے ایک لمبا سا سانس کھینچتے ہوئے سر کو اثبات میں ہلا دیا تھا اگرچہ وہ ایسا تو نہیں چاہتے تھے لیکن وہ اس کے ساتھ زبردستی بھی نہیں کر سکتے تھے، وہ آج تک اپنی ہر بات اس سے زبردستی ہی منواتے آئے تھے سٹڈی کے لئے باہر بھیجنے سے لے کر شادی تک اور ان کی اس ہٹ دھرمی نے اسے ان سے دور کر دیا تھا لیکن اب وہ یہ بات جان چکے تھے کہ اولاد کے ساتھ ہر بات میں زبردستی نہیں ہوتی ہے یہ اولاد کو ماں باپ سے دور کر دیتی ہے اور وہ اب اپنے بیٹے کو کھونا نہیں چاہتے تھے، تبھی چپ چاپ مان گئے تھے لیکن جب اس

بات کی خبر زونیہ کو ہوئی تو مارے غصے کے اس کا دماغ گھوم گیا تھا، اس نے ماما جان یہاں تک کہ رومیلہ کو بھی معاف کر دیا تھا لیکن زونیہ کے لئے اس کے پاس معافی نہ تھی وہ اس کو سامنے دیکھ کر رخ پھیر جاتا تھا اس سے بات نہیں کرتا تھا وہ بے قصور ہوتے ہوئے بھی سب برداشت کر رہی تھی لیکن اس کے پشاور والی حویلی شفٹ ہونے اور وہ بھی ایک اکیلا اس کی برداشت جواب دے گئی تھی وہ برتن اٹھا اٹھا کر سنک کے پاس پھینکنے لگی تھی۔

''اوہو یاران بے چارے بے جان برتنوں کا کیا قصور ہے ان کی کیوں شامت لے آئی ہو اگر غصہ نکالنا ہی ہے تو صحیح جگہ پہ نکالو۔'' بھابھی نے مسکرا کر کہا تھا جس پہ اسے اور غصہ آیا تھا۔

''ہاں ہاں نکالوں گی ڈرتی نہیں ہوں۔'' غصے سے کہتے ہوئے وہ کچن سے نکل گئی تھی بھابھی مسکرانے لگی تھیں۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی وہ بیڈ پہ بیگ رکھے اس میں کپڑے اور دیگر ضروری اشیاء رکھ رہا تھا وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اس تک آئی تھی اور اس کے ہاتھ میں پکڑی شرٹ جو وہ تہہ کر رہا تھا کھینچ کر دور اچھال دی تھی پھر جھک کر بیگ کے اندر تہہ شدہ کپڑوں کو نکال نکال کر بیڈ پہ پھینکنے لگی تھی۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔'' جاذل چند ثانیے کھڑا اس کی جرأت ملاحظہ فرماتا رہا پھر غصے سے اس کا بازو دبوچ کر جھٹکے سے اس کا رخ اپنی جانب کرتے ہوئے درشت لہجے میں استفسار کیا تھا۔

''یہ اس بدتمیزی کا جواب ہے مسٹر جاذل عمر خان جو ایک عرصے سے میرے ساتھ کی جا رہی ہے ماما جان، رومیلہ سب کو آپ نے معاف کر دیا تو پھر سزا صرف مجھے ہی کیوں۔'' وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح بے خوف لہجے میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بولی تو جاذل کو اور غصہ آ گیا تھا۔

''سزا کیا سزا دی ہے میں نے تمہیں بتاؤ۔'' اس نے دانت پیستے ہوئے دریافت کیا تھا تو وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

''اس لڑکی کے لئے اس سے بڑی سزا اور کیا ہو گی مسٹر جاذل عمر خان جس کا شوہر بغیر کسی قصور کے اسے چھوڑ کر جا رہا ہو۔'' بولتے بولتے اس کی آنکھیں ہی نہیں لہجہ بھی بھیگ گیا تھا لیکن اس نے اگلے ہی پل خود پہ قابو پا کر اپنے آنسو پونچھ ڈالے تھے اور جھک کر بیگ سے باقی ماندہ چیزیں نکالنے لگی لیکن پھر ایکدم اس کے ہاتھ رک گئے تھے وہ یک ٹک اس رومال کی طرف دیکھ رہی تھی جو اس نے ابھی بیگ سے نکال کر بیڈ پہ پھینکا تھا لیکن اس کے ہاتھوں کے ایکدم تھم جانے کی وجہ وہ رومال نہیں بلکہ سونے کی وہ دو چوڑیاں تھیں جو رومال سے پھسل کر بیڈ پر گری تھیں، اس نے ہاتھ بڑھا کر چوڑیوں کو پکڑ لیا تھا وہ انہیں ہاتھ میں تھامے بس دیکھے جا رہی تھی، پھر اس کی نگاہ جاذل کے چہرے پہ جا ٹھہری تھیں اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر جاذل ایک گہرا سانس خارج کرتا دوبارہ سے بیگ میں چیزیں رکھنے لگا تو اب وہ یک ٹک جاذل کو دیکھ رہی تھی اسے پیسوں کی بہت ضرورت تھی تب پھر اس نے چوڑیاں کیوں نہیں بیچی تھیں جاذل کی نگاہ ایک بار پھر اس کی طرف اٹھی تھی جو اسی کی طرف دیکھ رہی تھی، وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے، کچھ سیدھا ہوتا ہوا بہت تلخ لہجے میں بولا تھا۔

''یہ چوڑیاں جو تم نے اپنے ہاتھوں سے اتار کر دی تھیں جب میں نے انہیں نہیں بیچا تو پھر تمہارا دوسرا زیور میں چوری کر کے کیسے بیچ

تھا تم نے مجھ پہ چوری کا الزام لگا کر بتا دیا کہ تمہاری نظر میں میری کیا حیثیت ہے مگر میرے دل میں تمہارا جو مقام ہے یہ چوڑیاں اس کا ثبوت ہیں کیونکہ میں نے پیسوں کی سخت ضرورت کے باوجود ان کو نہیں بیچا۔'' انتہائی سخت نگاہوں سے زونیہ کو دیکھتے اس نے کہا اور باقی چیزیں اٹھا کر بیگ میں رکھنے لگا جب وہ بیگ کی زپ بند کر کے سیدھا ہوا تو زونیہ جو دھندلاتی آنکھیں لئے اس کی جانب دیکھ رہی تھی ایکدم اٹھی تھی اور اگلے لمحے جاذل عمر خان کے کشادہ سینے سے جا لگی تھی۔

''جاذل فار گاڈ سیک مجھے معاف کر دیں، آئی نو میں نے آپ کے ساتھ ٹھیک نہیں کیا ہے، مجھے آپ پہ اس طرح الزام نہیں لگانا چاہیے تھا، مجھ سے غلطی ہو گئی ہے پلیز مجھے معاف کر دیں، مجھے چھوڑ کر مت جائیں میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں جاذل آئی لو یو آئی لو یو سو مچ۔'' اس کے سینے سے لگی وہ ہچکیوں کے درمیان بولی تو اس کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ سن کر جاذل عمر خان کے دل و دماغ پہ چھائی وحشت، غصے اور بدگمانی کے بادل ایک دم چھٹنے لگے تھے، ورنہ اسے اس پہ بہت غصہ تھا کہ زونیہ کی نظر میں اس کی اتنی ہی اہمیت تھی کہ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی اس کی بے گناہی ثابت ہونے کے بعد بھی اس نے ایک لفظ سوری تک کا نہ بولا تھا لیکن اب جب وہ اس کے ساتھ لگی رو رو کر نہ صرف معافی طلب کر رہی تھی بلکہ جاذل عمر خان کی محبت کا اقرار بھی کر رہی تھی اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو جاذل کی شرٹ کو بھگو رہے تھے جو بالکل ساکت و صامت کھڑا تھا اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے، خواب میں کئی بار اس نے زونیہ کو اسی طرح اظہار محبت کرتے دیکھا تھا لیکن جب اس کی آنکھ کھلتی اور حقیقت اس کے سامنے آتی تو وہ کتنی دیر تک جلتا کڑھتا رہتا تھا لیکن اب جو کچھ ہوا تھا وہ خواب ہے یا حقیقت یہ جاننے کو اس نے اپنی ساتھ لگی روتی ہوئی زونیہ علی خان کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار باندھ دیا تھا، وہ کتنے ہی پل خاموش کھڑا اس حقیقت کو محسوس کرتا رہا، اس کی آنکھوں سے آنسو گر گر کر زونیہ کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے زونیہ کچھ اور بھی بول رہی تھی لیکن جاذل عمر خان کی سوئی تو بس اس ایک فقرے میں اٹک گئی تھی۔

''آئی لو یو میری جان آئی لو یو ٹو اس لئے پلیز اب رونا نہیں کیونکہ ان خوبصورت آنکھوں میں آنسو نہیں صرف اور صرف جاذل عمر خان کی محبت نظر آنی چاہیے، انڈر سٹینڈ۔'' اس نے گمبھیر لہجے میں ایک ادا سے کہا تو اس کی بات سن کر زونیہ اپنے آنسو صاف کرتی مسکراتے ہوئے اس سے الگ ہوئی تھی۔

''ارے یہ کیا مائی لائف اینڈ ڈیئر وائف، میں نے آپ کو رونے سے منع کیا ہے اس طرح الگ ہونے کا تو نہیں کہا۔'' وہ ایک بار پھر شرارت سے گویا ہوا تو زونیہ جو اس کی طرف دیکھ رہی تھی اس کی بات کا مفہوم جان کر بار حیا سے آنکھوں پہ پلکوں کی چلمن گرا گئی تھی اور ایسا کرتی وہ جاذل عمر خان کو بہت اچھی لگی تھی اس نے ہاتھ بڑھا کر زونیہ کا ہاتھ تھام لیا تھا اور اسے اپنے سامنے کھڑا کیے بہت دھیرے دھیرے اشعار کی زبان میں اپنے جذبات کا اظہار کرنے لگا تھا۔

میری وحشتوں کو قرار دو
میری الجھی زندگی سنوار دو
کچھ یاد رہے نہ تیرے سوا
مجھے اتنا تم آج پیار دو

☆☆☆

اگلی صبح پشاور جانے سے پہلے وہ ماما جان کو ملنے آیا تھا ان کے کمرے میں، ماما جان کتنے دنوں سے سن رہی تھیں کہ وہ پشاور جا رہا ہے لیکن ان کی ہمت نہ ہو رہی تھی کہ اس کو روک لیتیں مگر اب جب وہ جا رہا تھا تو اسے دیکھ کر وہ خود پہ ضبط کھو بیٹھی تھیں۔

''جاذل میرے بچے معاف کر دو اپنی ماں کو، مت کرو ایسا۔'' ان کی بات سن کر وہ ماتھے پہ بل ڈالے قدرے سخت لہجے میں بولا تھا۔

''کیا برا کر رہا ہوں میں آپ کے ساتھ آپ کی خواہش ہی تو پوری کر رہا ہوں یہی چاہتی تھیں آپ کہ زونیہ اس گھر سے چلی جائے تو جا رہی ہے وہ اس گھر سے آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کیونکہ آپ کی تو دیرینہ آرزو پوری ہو رہی ہے۔'' ماما جان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا تھا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا، زونیہ جو ماما جان سے ملنے آ رہی تھی جاذل کے الفاظ سن کر دروازے پہ ہی رک گئی۔

''جلدی آؤ دیر ہو رہی ہے۔'' اس سے کہتا وہ باہر نکل گیا تو زونیہ نے ماما جان کی طرف دیکھا تھا جو بیڈ پہ بیٹھی زارو قطار رو رہی تھیں اسے گھر سے دور کرتے کرتے انہوں نے اپنے بیٹے کو خود سے دور کر دیا تھا انہیں اس طرح روتے دیکھ کر زونیہ کے دل کو کچھ ہوا تھا جو بھی تھا بہر حال اس نے اس عورت کو ماں کہا تھا بلکہ ماں سمجھا تھا تبھی تو انہیں اس طرح روتے دیکھ کر اسے بہت تکلیف محسوس ہو رہی تھی، وہ ایک ایک قدم اٹھاتی ان کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

''ماما جان پلیز چپ کر جائیں روئیں نہیں ابھی انہیں تھوڑا غصہ ہے جب ان کا غصہ اترے گا تو انہوں نے یہی آنا ہے آپ کے پاس بھلا وہ آپ سے دور رہ سکتے ہیں۔'' اس نے ماما جان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تھا تو ماما جان نے اس کو ساتھ لگا کر اس کا ماتھا چوم لیا تھا، کتنا بڑا ظرف تھا اس لڑکی کا جس نے سب کچھ بھلا کر انہیں معاف کر دیا تھا۔

پھر ماما جان ان دونوں کو پورچ تک چھوڑنے آئیں تھیں اس یقین کے ساتھ کہ ایک دن ان کا بیٹا لوٹ کر ان کے پاس ضرور آئے گا زونیہ اسمارہ بھابھی سے ملی تو بھابھی رو دی تھیں، زونیہ کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں ایسا اس نے بھی کب چاہا تھا اس گھر سے اس کی بہت سی یادیں وابستہ تھیں اس کے بھائی کی یادیں، یہاں اسے ہمیشہ شابی لالہ کی موجودگی کا احساس ہوتا تھا لیکن اسے جانا تھا اس شخص کے لئے جس نے دل کی تمام شدتوں سے اسے چاہا تھا اسے اس کا کھویا ہوا اعتبار واپس لوٹانا تھا، اسمارہ بھابھی سے مل کر وہ ذوہیب کے سامنے آ کر رکی تھی۔

''لالہ ہو سکے تو رومیلہ کو معاف کر دیں اس نے جو کچھ بھی کیا آپ کی محبت پانے کو کیا، کیونکہ ایک بیوی کے لئے سب سے اہم چیز اس کے شوہر کی محبت ہی ہوتی ہے۔'' ذوہیب سے کہتے ہوئے اس کی نگاہیں جاذل عمر خان پہ جا ٹھہری تھیں جو کچھ فاصلے پہ کھڑا اس کی بات پہ مسکرا رہا تھا اور جب ان کی گاڑی گیٹ سے نکلی تھی تو اسمارہ بھابھی نے دل سے دعا کی تھی کہ اب ان دونوں کی زندگی میں کبھی کوئی غم نہ آئے اور یہ دعا تو ماما جان بھی کر رہی تھیں۔

''کاش ماما جان آپ وہ سب نہ کرتیں تو آج ایک بار پھر اپنے بیٹے کو یوں خود سے دور نہ کر رہی ہوتیں۔'' اسمارہ بھابھی نے انتہائی تاسف سے سوچا تھا اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆